

۹  
ہر ملک ملک ماسٹر کہ ملک خدائے ماسٹر

# پاکستان کیا ہے

تحریک پاکستان کا پس منظر

حصہ اول

اثر خامہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدظلہ

صدر جمعیتہ علماء ہند و صدر کل ہند مسلم پارلیمنٹری بورڈ

ناشر

ناظم جمعیتہ علماء ہند دہلی

قیمت

# جمعیتہ علماء ہند کی انتخابی مہم سے متعلق مفید سائے

- جمعیتہ علماء کیا ہے۔ حصہ اول ..... ۶
- پاکستان کیا ہے۔ از شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی (.....) (زیر طبع) ۶
- پاکستان پر ایک نظر (از حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب) ..... ۲۲
- مسلم لیگ کیا ہے۔ ..... ۲۲
- مسٹر جناح کا پراسرار معرہ اور اس کا حل ..... ۲۲
- زعماء لیگ اور مسٹر جناح کی سیاسی غلطیاں ..... ۲۲
- سول میرج اور لیگ ..... ۲۲
- شریعت بل اور لیگ ..... ۲۱
- مجموعہ فتاویٰ۔ جواز شرکت کانگریس و ازالہ شکوک ..... ۲۲
- توضیح تجاویز (جمعیتہ علماء کانگریس و مسلم لیگ) ..... ۳۳
- علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے ..... (زیر طبع) ۳۳
- شیخ الاسلام کا مکتوب و وٹروں کے نام ..... ۱۰
- اساس انقلاب اور مراقبہ نماز ..... ۱۰
- خاص پاکستان نمبر (رسالہ نئی زندگی الہ آباد) ..... ۱۰
- خطبہ صدارت اجلاس سہارنپور (از حضرت شیخ الاسلام) ..... ۱۰

ملنے کا پتہ

دفتر جمعیتہ علماء ہند گلی قاسم جان دہلی

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰ

ابا بعد۔ اس زمانہ میں پاکستان کے متعلق بہت زیادہ شور و غوغا ہے اور اسکو استقدراہمیت دیجارہی ہے کہ اسی کو مدارالیکشن قرار دیا جاتا ہے اور اسی کے نام پر ووٹ طلب کیا جا رہا ہے۔ اور اسی کو زعمائے لیگ مسلمانان ہند کی جملہ مشکلات کا حل بتلا رہے ہیں۔ اخباروں اور پمفلٹوں کے صفحات کے صفحات اسکے محاسن اور قبائح سے بھرے جا رہے ہیں پلیٹ فارموں اور جلسوں میں اسپر دھواں بھار تقریریں ہو رہی ہیں۔ ہمیں بھی اپنی وجوہ سے غور و خوض کی ضرورت پیش آتی۔ مگر باوجود جدوجہد بلیغ اسکی تریاقت ہماری سمجھ میں نہیں آتی بلکہ اسکے برعکس اسمیں ہم نے مسلم اکثریت والے صوبوں اور مسلم اقلیت والے صوبوں دونوں کے مسلمانوں کیلئے نقصان اور ضرر کو ہی غالب پایا۔ اپنی تفتیش اور اطلاعات کی بنا پر جو کچھ ہم کو معلومات حاصل ہوئی ہیں انکو پیش کرنا ہم نے ضروری سمجھا ہے۔ ناظرین سے ہماری درخواست یہ ہے کہ مندرجہ ذیل امور پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔ محض جذبات کی رو میں نہ ہیں سب سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کا بلیغ تلاش کریں اور اس کے بعد دیگر امور ضروریہ پر نظر ڈالیں۔ لیکن بلیغ کی سراغ رسانی سے پہلے بطور تمہید ہم چند ضروری باتیں عرض کرنا واجب سمجھتے ہیں۔

(۱) موجودہ زمانہ میں شہنشاہیت اور حکومتوں کا مدار بہ نسبت حکم داری و سیاست اقتصادیات اور اسکے ذرائع اقسام پر زیادہ تر منحصر ہے۔ تجارت اور اس کے لوازم، صنعت اور اسکے شعبے اور ذرائع بہت زیادہ پیش نظر ہوتے ہیں۔ معادن اور انکے محاصل و انواع سب سے زیادہ ملحوظ نظر ہوتے ہیں، یورپین اقوام اور انکے ہمسروں کی نقل و حرکت اور فریقہ و ایشیا وغیرہ میں حکم داری

اور آمد و رفت اسی بنا پر شروع ہوئی اور اب بھی انہیں امور کی بنا پر جنگ ہائے  
 عظیمہ ظہور پذیر ہوئیں۔ برطانوی اقوام کا ہندوستان میں آنا اور قدم جمانا  
 اسی وسیلہ سے ہوا۔ پہلے پہل تو انکی سوداگری پھیری والوں کی طرح رہی پھر  
 رفتہ رفتہ دوکانداری کا طریقہ اختیار کیا اور یہ دور ستلہ ۱۷۰۷ء سے تقریباً ۱۷۵۷ء  
 تک رہا۔ اُسکے بعد انکی باقاعدہ کمپنی بن گئی اور جو تاجر علیحدہ علیحدہ کاروبار کرتے  
 تھے اور جنکی مقدار سو تک پہنچتی تھی سب کی مشترک جماعت بنا دی گئی جسکو  
 ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس نے باقاعدہ ہر اکڑ قائم کئے  
 کوٹھیاں کھولیں مختلف سواحل پر قلعے بنائے ایجنسیاں قائم کیں۔ مختلف جیلوں  
 سے نوابوں، راجاؤں، بادشاہوں کے درباروں میں رسوخ حاصل کیا  
 سند بکیت اور امتیازات خاصہ تجاریہ یکے بعد دیگرے لیتے ہوئے ایسے ایسے  
 خود غرضی کے قوانین تجارت بنائے کہ جن میں نہ ہندو ہی تھی نہ التسانیت اور تقویٰ  
 ولیم ڈبلیو ننگے طور سے ہندوستان پر تجارتی تسلط قائم کر دیا۔ اور تجارتی لوٹ  
 کھسوٹ اس طرح جاری کر دی کہ ہندوستان ادھوا ہوا ہو کر رہ گیا۔ یہ دور  
 ۱۷۵۷ء سے ۱۷۶۵ء تک رہا اس کے بعد پلاسی کی جنگ ہوئی اور خونخوار  
 ڈاکوؤں کی جماعت بن کر جابرانہ تسلط قائم کر دیا۔ اور ہرنہرانہ اور دولت پر اپنا  
 قبضہ جما کر انگلستان کو منتقل کر دیا۔ اس زمانہ میں تجارت ظالمانہ سے بھی لوٹ  
 کھسوٹ ہوتی تھی اور حکومت جابرانہ سے بھی برابر ڈاکہ زنی جاری رہی یہی وہ  
 زمانہ ہے جس میں علانیہ طور سے ہندوستان سے دولت کے دریا انگلستان کو  
 بہتے رہے۔ جیسا کہ لارڈ میکالے کہتا ہے۔ ہندوستان کے بے شمار خزانے  
 اسی زمانہ میں انگلستان کو منتقل ہوئے۔ یہ تسلط ۱۷۵۷ء سے ۱۸۳۲ء تک  
 رہا۔ اس کے بعد تسلط بذریعہ پوسٹ قائم کیا گیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی خالص  
 بادشاہ بن گئی۔ اس نے قانونی بادشاہت قائم کر کے من مانی خود غرضی کی  
 قوانین حکومت ایسے میٹھے الفاظ میں بنائے جن میں خوش معاملگی کا دکھاوا

ہوتا رہا اور ہندوستانی قوم اور ان کے اموال وغیرہ کو از سر تا پا اپنی  
اغراض کے بھینٹ پیرٹھا ناجاری رہا۔ ڈگبی لکھتا ہے۔

”مگر اس میں شک نہیں کہ آج بھی ہندوستان کو اس سے  
زیادہ شرمناک طور پر لوٹا جا رہا ہے جتنا اس سے پہلے کبھی لوٹا  
گیا تھا۔ ہماری حکومت کی باریک چابک اب آہنی زنجیر  
بن گئی ہے۔ کلا یو اور ہٹنگس کی لوٹ اس نکاس کے سامنے  
بیچ ہے۔ جو کہ ایک ملک کا خون جان بہا کر دوسرے ملک کو  
مالا مال کر رہا ہے۔“

اپنے ملک کی صنعت بڑھانے کیلئے ہندوستانی صنعت کا گلا گھونٹا  
ہندوستانی تجارت کو فنا کیا، معادن پر قبضہ کیا۔ زراعت پر بھاری بھاری  
ٹیکس لگائے۔ اپنے ملک کی مصنوعات کو محفوظ کرنے اور ترقی دینے کے لئے  
انگلستان میں ہندوستانی مصنوعات پر رامونی تجارت کا فلسفہ دکھاؤ ہو  
بھاری بھاری ٹیکس لگائے۔ ادھر ہندوستان میں صناعتوں اور کارگریوں پر  
مالی اور جسمی تشددات عمل میں لائے گئے۔ تاہم ہندوستان کا مال باہر جانا  
بھی بند ہو گیا۔ اور صنعت پیشہ قومیں کاروبار چھوڑنے پر مجبور کر دی گئیں۔  
پھر فری ٹریڈ کا گیت گایا گیا اور تعمیر محمول یا نہایت قلیل محصول سے ...  
انگلستان کی مصنوعات ہندوستان میں داخل کی گئیں۔ اور ہر ہر منڈی  
میں ریلوں کے ذریعہ سے انگلستان کا مال پاٹ دیا گیا۔ معمولی معمولی گرانے پر  
لوگ بھوکے مرتے لگے۔ اسی وجہ سے صرف ایک صدی میں یعنی ۱۸۷۰ء  
سے ۱۹۰۰ء تک ہندوستان میں اکتیس قحط پڑے اور تقریباً چار کروڑ  
ہندوستانی صرف بھوک کی وجہ سے موت کی نذر ہو گئے۔ انگلستان  
ہی کی بنی ہوئی چیزیں ہندوستان کے ہر بازار میں پٹی پٹی نظر آنے  
لگیں۔ انگلستان کے باشندے نہ صرف امیر بن گئے بلکہ زراعت وغیر

چھوڑ کر صنعت اور تجارت میں مہتمک ہو گئے۔ انگلستان کی مصنوعات کا فیصد  
چونٹھ حصہ ہندوستان میں پھینکے لگا ۱۹۲۸ء میں صرف کپڑے اور سوٹ  
کی قیمت میں اسٹی کروڈ روپیہ انگلستان کو گیا۔

الغرض برطانویوں کی عیش پرستی اور خوش حالی کا بڑا مدار ہندوستان  
میں انکی مصنوعات کی ٹھپت پر ہے۔ یہ تمام دنیا کی منڈیوں میں سب سے بڑی  
منڈی برطانیہ کے ہاتھ میں ہے۔ جرمنی اور جاپان نے جب اس منڈی پر  
حریبانہ نگاہ ڈالنی شروع کی تو جنگ عظیم کے شعلے لپٹ مارنے لگے۔

(۳) علاوہ تجارت پر قبضہ جاملینے اور ہندوستانی صنعت اور تجارت  
کو فنا کر دینے کے ہندوستان کے تمام ان عہدوں اور حکومت کے تمام  
شعبوں کو جن کو انگریز قبول کر سکتا تھا اپنے قبضہ میں کیا گیا اور انکی اتنی بھاری  
بھاری تنخواہیں مقرر کی گئیں کہ دنیا میں بڑے سے بڑے متمول ملکوں میں کہیں  
نہیں پائی جاتیں۔ فوجی اعلیٰ عہدوں سے ہندوستانیوں کو بالکل محروم کر دیا  
گیا۔ اور ان انگریزوں کی چونکہ چند دنوں پہاں ملازمت کرتے ہیں وہ وہ تنخواہیں  
ہندوستان کے خزانہ سے مقرر کی گئیں جو کہ امریکہ، انگلینڈ، جاپان، جرمنی  
وغیرہ کہیں بھی نہ بھتیں۔ حتیٰ کہ معمولی انگریزی سپاہی کے لئے بھی ہندوستان  
کے خزانہ پر اتنا صرفہ ڈالا گیا۔ جو کہ ہندوستانی چار پانچ سپاہی پر بھی نہیں پڑتا  
مسٹر مانٹیگوتے ۱۹۱۹ء میں ہاؤس آف کامنز میں ایک سوال کا جواب  
دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایک ہندوستانی سپاہی پر سالانہ چار سو گیارہ روپے  
روپیہ خرچ ہوتا ہے اور ایک برطانوی سپاہی پر ایک ہزار نو سو اہتر  
(۱۹۷۱) روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ ہندوستان کے ڈیفنس کے لئے  
کم از کم پچاس ساٹھ ہزار سپاہی انگلینڈ کے باشندے یعنی گورے لازم تراء  
دیتے گئے۔ الغرض اس طریقہ سے سول اور فوجی ملازمین کی پنشنوں میں بقول  
اسے، جی ولسن آف انویسٹوری ریویو تین کروڑ پونڈ سالانہ ہندوستان

سے وصول ہو کر انگلستان جاتا رہا۔ نیز ہندوستان میں انگریز ملازمین کی تنخواہوں کا پس انداز بقول ایگنس اسمڈے (ماڈرن ریویو آف تین کروڑ پونڈ سالانہ یعنی پینتالیس کروڑ روپیہ سالانہ جاتا رہا۔ اسی طرح انڈیا آفس لندن کے مصارف، ہندوستان پر تو فی قرضہ کا سود، ریلوں، نہروں، معدنوں، جہازوں، کارخانوں وغیرہ میں جو روپیہ انگریزوں کا لگا ہوا ہے اور جس کی مقدار ۱۹۱۳ء تک ۳۵۰ ارب پونڈ تھی۔ اس کا سالانہ منافع پینتیس کروڑ پونڈ تھا۔ یہ اور اس قسم کے دیگر طریقے دولت کھینچنے کے وہ غیر معمولی سیلاب دولت ہیں جن کی نظیر تمام دنیا میں نہیں ملتی۔ اسی بنا پر منگمری مارٹن ۱۹۳۸ء میں لکھتا ہے "اگر دولت کا ایسا مسلسل دروازہ فرزوں سیلان انگلستان سے ہونے لگے تو ایک ہی دن وہ بھی محتاج ہو جائے پھر خیال فرمائیے کہ ہندوستان پر اس کا کیا اثر پڑے گا جہاں معمولی مزدور کو دو یا تین پانس روزانہ ملتی ہے" ڈبلیو ایس بلنٹ کہتا ہے "میں ہندوستان کے مالیہ کے اسرار بہترین استادوں سے حاصل کر رہا ہوں اور یہ استاد گورنمنٹ کے سیکریٹری اور مینسٹرو وغیرہ ہیں۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر ہم اسی طرح ہندوستان کو ترقی دیتے رہتے تو ایک دن وہ آئیر گا جب کہ ہندوستانی آپس میں ایک دوسرے کو کھانے لگیں گے کیونکہ ان کے پاس کھانے کے لئے سوائے اپنے اپنا جنس کے کچھ بھی باقی نہ ہوگا" الغرض اس بے شمار لوٹ کھسوٹ سے اگرچہ ہندوستان موت کے گھاٹ اتر گیا مگر انگلستان کی خوشحالی، عیاشی، سرمایہ داری و زرافروں ترقی ہی کرتی رہی اور اسکی سرمایہ اور دولت کی بھوک و زرافروں بڑھتی ہی رہی جس طرح زندے کے اگر انسانی خون منہ کو لگ جاتا ہے تو وہ کبھی بھی انسانی خونخواری سے سیر نہیں ہوتا۔ اور ہر کس و ناکس کو دیکھ کر اس کی آگ بھڑک اٹھتی ہے یہی حال برطانویوں کا بہ نسبت ہندوستان ہو گیا ہے۔

سنیٹے ٹاؤن آف لندن ۲۵ مارچ ۱۹۳۸ء لکھتا ہے "ہمیں

صاف طور پر اس بات کو واضح کر دینا چاہئے کہ انگریز ہندوستان میں بحالی صحت کی غرض سے مقیم نہیں ہیں بلکہ ان کا مقصد روپیہ پیدا کرنا ہے ہم ہندوستان کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اس لئے کہ ایسا کرنا ہمارے مفاد اور مصلحت کے سراسر خلاف ہے۔ ہندوستان میں رہنا اور اپنا مقصد حاصل کرنا ہمارا فرض ہے۔ "سر ولیم جوائسن کہیں۔ ہوم سکریٹری انگلستان کہتا ہے "ہم نے ہندوستان ہندوستانوں کی بھلائی کے لئے فتح نہیں کیا اور ہم ہندوستان میں ہندوستانوں کی بھلائی کے لئے نہیں ہیں۔"

(راج دہلی مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۶ء)

الغرض جس لوٹ اور کھسوٹ کی لالچ سے انگریز یہاں آئے تھے اور جس کے وہ دو تین صدی سے عادی ہو گئے ہیں اور جس کے بغیر انکو مستقبل کی زندگی نہایت بھیا تک اور خطرناک معلوم ہو رہی ہے وہ ہندوستان کی آزادی کو ہر وقت میں انتہائی پریشانیوں میں مبتلا رکھتی ہے اور طرح طرح کی اسکیمیں اپنے مفاد اور مقصد کے لئے تیار کرانی رہتی ہے۔

(۱۳) روئی زمین پر صرف دو ملک ہندوستان، اور چین عظیم الشان تعداد والے ہیں۔ جو کہ اپنا نیشنل نہیں رکھتے آج جبکہ دس دس بارہ بارہ کروڑ نفوس والے ملک جرمنی، امریکہ، روس جو کہ ہندوستان کی تقریباً ایک ایک تہائی یا اس سے کم آبادی والے ممالک ہیں اس قدر قوت دار بن گئے ہیں کہ برطانوی شہنشاہیت کو ہر وقت دھمکاتے رہتے ہیں اور دنیا کو الٹی میٹم اور دعوت جنگ دینے سے نہیں جھجکتے تو یورپین اقوام یا خصوصاً برطانیہ کو ضرور یہ عظیم الشان خطرہ پیش رہتا ہے۔ کہ اگر چین اور ہندوستان ہر ایک آزاد اور متحدہ قومیت کا مالک اور قوی ہو گیا تو یقیناً تمام روئی زمین پر چھا جائیگا۔ اور نہ صرف ہماری تو آبادیات پر قابض ہو جائیگا یا انکو ہمارے اقتدار سے باہر کر کے آزاد کرادیا جائیگا بلکہ قوی خطرہ ہے کہ وہ ہمارے سابقہ سیاہ کارناموں اور گزشتہ وحشیانہ



بربریتوں کا بدلہ بھی لے اور کوشش کرے کہ انگلستان وغیرہ کو غلامی کی  
 زنجیروں میں جکڑ کر بے دست و پا کر دے۔ باکھنڈ، بھن، اس، وجہ سے کہ سرد و  
 جنگ عظیم میں ہندوستانی سپاہیوں کی جفاکشی اور بہادری یورپین اقوام  
 کے مقابلہ میں تمام دُولِ یورپ کے سپاہیوں سے زیادہ اور اعلیٰ ثابت  
 ہوئی۔ جیسا کہ برطانیہ کے بڑے بڑے جرنیلوں اور فوجی اور سول افسروں  
 بلکہ وزراء برطانیہ نے پُر زور اعتراف کرتے ہوئے شکر یہ ادا کیا۔ خود لارڈ  
 ویول موجودہ وائسرائے کہتے ہیں کہ ”ہم نے یہ جنگ ہندوستان کی سپاہیوں  
 اور ہندوستان کے مال سے جیتی ہے“ اس لئے یہ خطرہ اور بھی زیادہ قوی  
 ہو جاتا ہے۔ اور یہ صحیح بھی ہے اگر ہندوستانی اقوام اور سپاہیوں کو منظم  
 طریقہ پر حملہ اسلحہ جات مل جائیں اور انکی فوجی تعلیم مکمل ہو جائے اور قابل  
 جرنیل کے ماتحت باقاعدہ جنگ جاری کی جائے تو کسی یورپین قوم سے ٹکرانے  
 میں کم نہیں رہ سکتے بلکہ ہر مخالف پر غالب آسکتے ہیں اور یہی بڑی وجہ ہے کہ  
 ان دونوں ملکوں کو ہر طرح کمزور کرنے کی پالیسی مدتوں سے جاری ہے اور اب  
 یہی امر پیش نظر ہو رہا ہے۔ اور کم از کم یہ خطرہ تو ہر وقت سامنے رہتا ہی ہے  
 کہ ہندوستانیوں کا معمولی سا جذبہ قومیت بھی ہماری اقتصادی شہنشاہت  
 کی بربادی کا نہایت زبردست ذریعہ ہے۔ پروفیسر سیلے اسپنشن آف  
 انگلینڈ میں لکھتا ہے ”اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ بھی  
 پیدا ہو جائے اور اس میں اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی عملی روح نہ بھی بلکہ صرف  
 اس قدر احساس عام ہو جائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد عمل ہندوستانیوں  
 کیلئے شرمناک ہے تو اس وقت سے ہماری شہنشاہت کا خاتمہ ہو جائیگا  
 کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اس پر فاتحانہ حکمرانی  
 نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنا بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر  
 قطعاً برباد ہو جائیں گے۔“ تنظیم جلد ۶، ۱۵۸، ۲۸ اگست ۱۹۲۸ء

اور یہی وجہ ہے کہ حامیان برطانیہ دانستہ یا نادانستہ متحدہ قومیت  
 پر انتہائی درجہ چراغ پا ہو رہے ہیں اور بہت زبردست پروپیگنڈا اُسکے  
 خلاف جاری کئے ہوئے ہیں۔ چونکہ برطانوی اقتدار کی بربادی کیلئے ایٹیم بم  
 یا اس سے بھی زیادہ قوی ہتھیار ہے اس لئے ہر انگریز کو اس کے خلاف  
 پروپیگنڈا کرتا اور کروانا اشد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے ہندوستانی  
 بھائی بائیس برس مسلمان بالکل بھولے بھالے اور سیاسیات سے ناواقف  
 ہیں اور وہ لوگ جو سیاسی میدان میں اترے ہوئے بھی ہیں انگریز کے سامنے  
 ابھی طفل مکتب ہیں وہ ٹوری انگریزوں کے چکے میں بہت جلد آ جلتے ہیں  
 اور کہنے لگتے ہیں کہ مسلمان غیر مسلم اور مشرک کا ہم قوم کس طرح ہو سکتا ہے  
 اور اس پر طرح طرح کے شرعی اور غیر شرعی دہائی اور رواجی استدلالات  
 قائم کر کے عوام کو متنفذ کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ سرسید مرحوم اس بارہ میں  
 بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں: قوم کا اطلاق ایک ملک کہتے  
 والوں پر ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے۔ ورنہ  
 ہندو مسلمان اور عیسائی ہی جو اس ملک کے رہنے والے ہیں اس اعتبار سے  
 سب ایک قوم ہیں۔ جب یہ سب گروہ ایک قوم کہے جاتے ہیں تو ان سب کو  
 ملکی فائدہ میں جو ان سب کا ملک کہلاتا ہے ایک ہونا چاہئے۔ اب وہ زبانہ  
 نہیں ہے کہ صرف مذہب کے خیال سے ایک ملک کے باشندے دو قومیں  
 بھی ایسے: (مجموعہ لکچر سید صفحہ ۱۶۷) دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا  
 ”جس طرح اردو قوم کے لوگ ہندو کہلائے جاتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی  
 ہندو یعنی ہندوستان کے رہنے والے کہلائے جاتے ہیں“ (سرسید کے  
 آخری مضامین صفحہ ۵۵) سفر پنجاب میں ہندوؤں کو خطاب کرتے وقت  
 فرمایا: ”آپنے جو لفظ اپنے لئے ہندو کا استعمال کیا ہے وہ میری رائی میں  
 درست نہیں۔ کیونکہ ہندو میری رائی میں کسی مذہب کا نام نہیں ہے۔ بلکہ

ہر ایک شخص ہندوستان کا رہنے والا اپنے نہیں ہندو کہہ سکتا ہے پس مجھے  
 نہایت افسوس ہے کہ آپ مجھ کو باوجود اس کے کہ میں ہندوستان کا رہنے  
 والا ہوں "ہندو" نہیں کہتے" (سفر نامہ پنجاب سرسید صفحہ ۱۳۹)۔ (روٹن  
 مستقبل صفحہ ۲۷۱ و ۲۷۲)

پس بقول سکرٹیدمر حوم اگر قوم بمعنی نیشن لیا جائے جو کہ اہل یورپ  
 کی اصطلاح ہے تو یقینی طور پر تمام ہندوستان کے باشندے ایک قوم ہیں  
 ہندوستانیوں کا وصف سب میں مشترک ہے۔ مفاد سبہوں کا مشترک ہے  
 غیر ہندوستانی جہاں بھی ہیں ان تمام ہندوستانیوں کو اپنے سے غیر اور اجنبی  
 محسوس کرتے ہیں۔ خواہ ہندوستانی مسلمان ہو یا سکھ یا ہندو یا پارسی سیاحان  
 مالک اور وار دین ہندوستان۔ امریکتوں، جاپانیوں، چینوں، انگریزوں  
 فرانسیزیوں وغیرہ سے پوچھو اور دیکھو۔ وہ مذہبی تفرقہ کو محسوس بھی نہیں کرتے  
 بلکہ سب کو ہندوستانی قوم سمجھتے اور کہتے ہیں۔ یہی امور نیشن کی تعریف میں  
 یورپین اصطلاح میں معتبر ہیں (دیکھو انسائیکلو پیڈیا آف ویلجین اینڈ انٹیگریشن  
 اور اگر عربی، فارسی، اردو اصطلاح اور عرف کو دیکھیں یا قرآنی  
 شہادتوں کا لحاظ کریں تو اسباب قومیت صرف مذہب میں منحصر نہیں۔  
 ہوتے۔ کبھی متحدہ قومیت جغرافی مدد اور وطنیت سے ہوتی ہے تو کبھی  
 نسل کی حیثیت سے کبھی پیشہ کی حیثیت سے اور کبھی رنگت وغیرہ وغیرہ سے  
 قرآن شریف میں نسلی یا وطنی اسباب کی بنا پر بار بار کفار کو انبیاء علیہم السلام  
 اور ان کے تابعین کا ہم قوم قرار دیا گیا ہے۔

بہر حال یہ تین امور مذکورہ بالا برطانیوں اور بالخصوص یورپوں کو  
 ہمیشہ ہندوستان کی آزادی سے پریشان رکھتے ہیں۔ انگریز اگرچہ سب کے  
 سب اپنی قوم اور شہنشاہیت کے خیر خواہ اور فدائی ہیں مگر ان میں نیکدل  
 اور انصاف پسند بھی ہیں، جو کہ وعدوں کو وفا کرنا، بندگان خداوندی

کے ساتھ انسانیت کا برتنا ڈکڑنا، سب کے ساتھ حتیٰ الوسع انصاف کرنا اور انکو فطری حقوق دینا وغیرہ ضروری سمجھتے ہیں، مگر تمام قوم برطانیہ میں سب سے گریے ہوئے اور اپنی اغراض کے دیوانے، اور دوسری اقوام کی حق تلفی کے حربوں و محبتوں، اپنی شہنشاہیت کے ہر جائز اور ناجائز عمل اور قول کے شدید ترین حامی یہی ٹوری ہیں، یہ کنسر و یو پارٹی (قدامت پسندوں سے بھی زیادہ گریے ہوئے لوگ ہیں۔ ان کا ہمیشہ سے نظریہ یہی رہا ہے کہ ہندوستان کو ذرہ برابر بھی آزادی نہ دیکھائے اور ذمہ داران برطانیہ نے بین الاقوامی (انٹرنیشنل) سیاسی رپولٹیکل یا انصافی جمہوریوں سے جو جو اعلانات مختلف اوقات میں آزادی کامل یا نیم آزادی یا انسانی اور فطری حقوق کے متعلق ہندوستانوں کیلئے کئے ہیں انکو کبھی بھی بروی ایفانہ آنے دیں اور جس طرح بھی ممکن ہو مال منقول کرتے ہوئے اپنی استبداد اور جبروت و تشدد سے ہندوستان کی لوٹ کھسوٹ قائم اور جاری رکھیں اور اس کے لئے طرح طرح کے بہانے گھڑتے رہیں۔ کونسن و کٹوریہ اور دیگر ذمہ داران برطانیہ کے اعلانات اور وعدوں کو نئے نئے لباس میں ڈھالتے ہوئے آج تک برطانیہ نے سامراج انہیں کی بدولت قائم رکھا۔ کت پڈا آسٹریلیا، ساؤتھ افریقہ، کیرپ کالونی، آئرلینڈ، مارشس، فیجی، نیوزی لینڈ وغیرہ کو حقوق و کٹوریہ کے اعلان کے بعد اور پہلے دیئے گئے اور دئے جاتے رہے۔ مگر ایک ہندوستان ہے کہ تقریباً تمام انسانی حقوق سے آج تک محروم ہے اور جو کچھ معمولی حقوق دیئے بھی گئے ہیں وہ نہایت ناقص اور نکلے ہیں۔

مگر عرصہ سے چونکہ ہندوستانوں میں روز بروز بیداری پیدا ہوتی جاتی ہے اور ہندوستانی منطو میت کا آوازہ امریکہ، روس، جاپان، چین اور دیگر ممالک میں بکثرت پھیل چکا ہے اس لئے انکو نظر

نظر آنے لگا ہے کہ اب ہندوستان مثل سابق غلام نہیں رہ سکتا۔ لہذا  
ہندوستانی خون چوسنے اور اپنے ہر ہر مفاد کو قائم رکھنے اور جاری کرنے  
کے لئے نئی نئی صورتیں اور نئی نئی اسکیمیں عرصہ سے سوچی گئیں اور سوچی  
جا رہی ہیں۔ انہیں میں سے یہ اسکیم پاکستان بھی ہے، جو کہ ٹوریاں برطانیہ  
کی کھیل مان سرور سے نکلتی ہے ۱۹۳۲ء میں جبکہ ہندوستانی ڈیلی گیٹ۔  
انگلستان میں دوسری راوند ٹیبل کانفرنس میں گئے ہوئے تھے یا جاتیوالے  
تھے مسلم نمائندوں وغیرہ کے ذمہ میں یہی ندا ڈالی ہو اور وہ اس زمانہ  
میں اسکفورڈ اور کیمبرج میں شایع ہو کر ہندوستانی مسلم اسٹوڈنٹ کو  
مسحور کرتی ہے۔ مسلمانوں کے وہ نمائندے جو کہ لیگ اور مسلم کانفرنس کی  
نمائندگی کے واسطے بھیجے گئے تھے ان ٹوری جادو گروں سے مسحور ہو کر انکے  
دامن میں پناہ گزین ہوتے ہیں اور جو کچھ نہ کرنا چاہئے تھا۔ کر بیٹھتے ہیں اور  
مسلمانان ہند کو ان ٹوری جادو گروں کے قدموں پر پھینٹ چڑھاتے ہیں  
چنانچہ مدینہ منورہ کی فروری ۱۹۳۲ء جلد ۲۱ء میں لکھتا ہے۔ لیکن  
ان سب سے زیادہ مکروہ طرز عمل ان تعاونیان کراہم کا یہ تھا کہ جب گاندھی جی  
نے مسلمانوں کے چودہ کے چودہ مطالبات منظور کرنے پر آمادگی کا اظہار کر دیا  
توان احمق اور فریب خوردہ حضرات نے اچھوتوں کی حمایت کا بیڑا اٹھا لیا  
حالانکہ ہندوستان سے وہ صرف یہ عہد کر کے چلے گئے کہ وہ مسلمانوں کے  
مطالبات کی تکمیل کرائیں گے۔ ان سے کسی شخص نے یہ نہیں کہا تھا کہ اچھوتوں  
کے حقوق کے محافظ بھی بن جائیں ان کا دعویٰ حقوق مسلمین کے تحفظ کا تھا۔ اور  
ان کا ہر گز یہ حق نہیں تھا کہ وہ اپنے کمزور اور بوزے کندھوں پر دنیا بھر کی اقوام  
کے تحفظ کا بوجھ پار کر لیں۔ اس کے معنی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے کہ  
انہوں نے دانستہ اسلامی حقوق کی راہ میں روٹے اٹکائے۔ اس حتمانہ  
طرز عمل کی جو قیمت انکو ملی وہ ان کے طرز سے بھی زیادہ شرمناک ہے۔ وہ

پھر پینوں کے ہاتھوں بک گئے۔ اور ایک ایسے محضر غلامی پر دستخط کر دینے  
 جس میں اپنے مطالبات کا تو گلا گھونٹ ہی دیا گیا تھا۔ مقصد آزادی وطن کو بھری  
 پامال کر دیا۔ اور غیر ملکوں کو تجارتی استیلا اور زائد زائد حقوق آبادی  
 دینے لگے اور مسلمانوں کے لئے چند نشستیں، چند ملازمتیں اور چند اعزاز قبول  
 کر لئے۔ اور باب حقوق کا طرز عمل شروع سے آخر تک عدم تدبیر تنگ نظر  
 غیر سیاست دانی، دل و دماغ کی بے مانگی اور خلاف ورزی عہد و  
 مسدک کی ایک نہایت المناک مثال پیش کرتا ہے۔ آخر  
 مندرجہ ذیل شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

مدینہ منورہ ۹ اگست ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ صفحہ ۵۶۔ دھم کو  
 اسٹیٹس مین، پایونیر اور دوسرے خالص اسلامی جرائد نے یہ بشارت کبری  
 سنائی ہے کہ دس کروڑ کے خالص اسلامی سرمایہ سے ایک تجارتی کمپنی قائم  
 کی گئی ہے۔ جو ہندوستان کے تجارتی مصالح کو ترقی دے گی۔ اس کمپنی کا نام  
 ایسٹ انڈ ویسٹ کارپوریشن لمیٹڈ ہے۔ صدر دفتر دہلی ہوگا۔ اسٹیٹس مین  
 اور دیگر بزرگوارانڈین اخبارات اس مسلم کمپنی کا نہایت شاندار الفاظ میں  
 خیر مقدم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد دوسری شہادت ملاحظہ ہو۔

مدینہ منورہ ۳۱ اگست ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ صفحہ ۵۹

”گذشتہ اخبار میں ہم نے یہ خبر لکھی تھی کہ ہر ہائنس سر آغا خاں  
 ایک کروڑ روپیہ کے سرمایہ سے بدیشی پارچہ کو فروغ دینے کی غرض سے  
 ایک کمپنی قائم کرنے والے ہیں۔ اخبار الامان سے اب معلوم ہوا ہے کہ نہ صرف  
 ہر ہائنس سر آغا خاں بلکہ ملا سیف الدین طاہر صاحب بورا قوم کو مقتدا  
 اور اسمبلی اور کونسل آف اسٹیٹ کے اکثر ممبروں نے دس کروڑ روپیہ  
 کے سرمایہ سے ایک کمپنی قائم کی ہے۔ جس کا صدر دفتر دہلی ہوگا۔ اس کمپنی  
 کے قیام کا اصل محرک کون ہے اور اس کے اصلی مقاصد کیا ہیں۔ اس کے

صحیح حالات ایتک صیغہ راز میں ہیں تاہم اسکے قیام پر اس خط سے کسی قدر روشنی پڑتی ہے جو مسٹر بلوڈن جج ممالک متحدہ نے کسی مستفسر کے جواب میں لندن بھیجا تھا۔ اور اتفاقاً سنڈے گرافک کے ہاتھ پڑ جانے سے شائع ہو گیا۔ اور اسی غرض سے ہم اس خط کا متن ذیل میں درج کرتے ہیں۔

”دت سے ہندوستان کی صورت حالات قابو سے باہر ہو رہی ہے ہم نیم پارلیمنٹری حکومت کا حتمی وعدہ کر چکے ہیں۔ جو برطانوی افسروں کے بغیر نہیں چل سکتی۔ برطانوی افسر زیادہ عرصہ تک نہیں رہیں گے سول سروس کے تمام شعبے یہاں تک ہندوستانیوں سے بھر دئے گئے ہیں یا بھرے جا رہے ہیں کہ آئندہ چند سال میں ان میں ڈھونڈ لیے بھی انگریز کا نام نہیں ملے گا۔ میں ان حالات میں ہندوستان کے مسئلہ کا ایک ہی حل دیکھتا ہوں۔ کہ اسے ہندو اور مسلمان حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ آئر لینڈ میں ٹینتھولک اور پیر وٹسٹنٹ کا تنازعہ ختم کرنے کیلئے ۳۵ سال کی مسلسل پارلیمنٹری جنگ کے بعد ایسا ہی کرنا پڑا تھا۔ ہندوؤں نے ہمیں ہندوستان کے ساتھ کاروبار کرنے سے روک دیا ہے، اب ہمیں مالیہ معاف کرنا پڑا ہے تاکہ کاشتکار زندہ رہ سکیں، یہ ایک نہایت ہی یاس انگیز صورت حالات ہے اور اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اس نغض کو پھیلنے سے روکا جائے اور قدرتی تقسیم کے مطابق ملک کے حصے کر دئے جائیں۔ اگر ہندو کاروبار تجارت نہیں کریں گے تو بمبئی کی جگہ کراچی شہر تجارتی بندرگاہ کا کام دلیکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مزید ۲۵ یا ۳۰ سال کیلئے ہندوستان پر ہمارا اثر و اقتدار قائم رہے، اب برطانوی حکومت کے پرانے طریق کار کی طرف عود کرنا ناممکن ہے، ہمارے پاس اب کارکن اصحاب موجود نہیں ہیں، اب ہم دور ماضی کو قائم نہیں کر سکتے نیز ہم نے اپنا کام بھی کر لیا ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں ریلیں اور نہریں وغیرہ قائم کی ہیں۔ اب اسے ایسا طرز حکومت دیدو جو اس کے لئے موزوں اور

قدرتی ہو۔ لیکن جبتاک ہندوستان میں ہمارا اثر و اقتدار قائم ہے ہمیں تحریک  
مقاطعہ کو پورے زور سے روکنا چاہئے۔ خود تریزی کو روکنے اور دقیقاً نو سی  
ہندو سسٹم کا سدباب کرنے کے لئے ہمیں کراچی اور دہلی سے کام شروع کرنا  
چاہئے، جہاں دنیا کی ایک بڑی مسلم طاقت قائم ہوگی، ہم خواہ کچھ کرے یہ  
ہو کر رہیگا، پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اسے جلد از جلد معرض عمل میں نہ لائیں، اور  
اس کے ساتھ سب سے پہلے تاجرانہ تعلقات کیوں نہ قائم کریں۔ جب بکر  
فنزوین اور بحیرہ روم کی طرف وسیع ملکوں کا خیال جائے تو بڑے بڑے امرکانات  
نظر آتے ہیں۔“

مدینہ مجنور ۹ ستمبر ۱۹۳۱ء جلد ۲۰، ۶۹۔ میں مبینی گرائیکل کے خاص  
نامہ نگار مقیم لندن کا مقالہ مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کیا گیا ہے،  
”ہندوستان کو ہندوستان اور مسلم ہندوستان میں تقسیم  
کرنیکی پوری کوشش کی جا رہی ہے تاکہ اسکے بعد ہمیشہ ہندوستان میں  
جھگڑا ہوتا رہے۔“

مسٹر جان گنتھرا امریکن ”کامن سینس“ امریکی اخبار میں طویل مقالہ  
کہتی ہے۔ جس کا اقتباس مندرجہ ذیل ہے۔

”اس برطانوی جناح باہمی کھیل کا نتیجہ پاکستان کی صورت میں  
نمودار ہوا ہے اور یہ ہندوستان میں مسلمانوں کی دو علیحدہ خیالی ریاستوں  
کا نام ہے۔ جن کے درمیان باقی تمام ہندوستان پولینڈ کے کارڈور رملاتے  
والے راستے کی طرح رہیگا۔ ابھی تک تو ذمہ دار مسلمانوں نے اسکی مخالفت  
کی ہے۔ لیکن اگر اس اسکیم پر عمل کیا گیا تو ہندوستان میں کبھی بلقان بن جائیگا۔  
جہاں خانہ جنگیوں کا غیر مختتم سلسلہ شروع ہو جائیگا۔“

(مدینہ مورخہ ۹ جون ۱۹۳۳ء جلد ۳۲، ۳۳)

الاشہادتوں سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے۔



(الف) پاکستان اور تقسیم ہندوستان کے مسلمان ہندوستان اور ہندو  
 ہندوستان (لاہور کے لیگ کے اجلاس ۱۹۴۷ء کی پیداوار نہیں ہے بلکہ  
 ۱۹۳۱ء یا اس سے پہلے کی پیداوار ہے، ہاں ہندوستان میں اسکی شہرت  
 لیگ کے اس اجلاس سے ہوئی ہے۔ اگرچہ سراقبال مرحوم نے الہ آباد  
 کے اجلاس لیگ میں دسمبر ۱۹۳۳ء میں یہی اس کا تذکرہ مختصراً اپنے  
 خطبہ میں کیا تھا۔ مگر اسکو کسی نے بھی درخور اہمیت نہیں سمجھا اور منسٹر کیمپٹی کے  
 سامنے بھی اس کا تذکرہ بعض لوگوں نے کیا تھا، مگر اس کو عملی حیثیت سے  
 ناقابل انتظام سلطنت کہہ کر رد کر دیا گیا تھا۔

(ب) چودھری حمت علی صاحب جنھوں نے ۱۹۳۳ء میں پاکستان کے متعلق بنام پاکستان  
 نیشنل پوزیشن اور ڈاکٹر عبداللطیف صاحب حیدر آبادی اور دوسرے  
 مصنفین کے سب سے سب اسی چشمہ سے مستفید ہوئے ہیں جس کا منبع  
 ٹوری انگریزوں نے ۱۹۳۱ء میں یا اس سے پہلے بنایا تھا اور جس کو انہوں نے  
 ۱۹۳۱ء میں لندن میں نشوونما کی نویت آئی

(ج) یہ اسکیم تقسیم ہندوستان اور علاقہ جات ہندوستان اور  
 مسلم ہندوستان کسی مسلمان ہندوستانی کے دماغ سے نہیں ہوئی ہے اور  
 نہ لیگی دماغ سے اس کا ظہور ہوا ہے۔ بلکہ اس کا ظہور اور خروج برطانوی  
 اور ٹوری برطانوی دماغوں کا رہنما ہے اگرچہ بعد کو لوگوں نے اسکو  
 بے سمجھی سے اپنا لیا ہے۔

کار زلفِ لست مشک افشانی اتاعاشقان  
 از غلط تہمت باہوئے ختن بنہادہ اند

(د) یہ ہندوستان کی تقسیم صرف برطانوی مفاد کی خاطر کی گئی ہے  
 کیونکہ ہندو برطانوی مصنوعات اور اس کی تجارت کا بائیکاٹ اور مقاطعہ  
 کر رہا تھا، اور اس اسکیم کو حسب قوت زیادہ تر موثر بنا دیا گیا تھا تاکہ

اس کی نیت یہ ہے کہ پر دیسی مصنوعات کو یک قلم ہندوستان میں نہ آنے دے اور بمبئی، مدراس وغیرہ سے ایسے مصنوعات کا داخلہ اور تجارت بند کر دے یا ان پر اتنا بھاری ٹیکس لگا دے جو باہر کے مصنوعات کو یہاں کے مصنوعات سے بہت زیادہ گراں کر دے، جیسا کہ انگلستان نے ہندوستانی مصنوعات اور تجارت سے کیا تھا۔ یہ اسیکیم یقیناً ہندوستان کے عوام کی زندگی اور بھلائی کے لئے اشد ضروری ہے۔

(۵) ۱۹۳۱ء میں مسلم نمائندوں کے لندن جانے سے پہلے یا بعد میں کوئی خفیہ پکیٹ ہوا ہے یا ہونا قرار پایا ہے جس میں مسلم نمائندوں کی طرف سے اطمینان حاصل کیا گیا ہے کہ وہ مسلم ہندوستان (پاکستان) میں برطانوی مصنوعات اور انکی تجارت کو برقرار رکھیں گے اور اپنے ساحلی بندروں کراچی اور کلکتہ کو برطانیہ کی تجارت بنا بنائیں گے،

اینول رجسٹر ۱۹۳۱ء صفحہ ۶۱ میں ہے — ”لندن کے بعض نمائندوں نے اشارہ کیا تھا کہ ان لوگوں (قرقہ وار لیڈروں) نے برطانیہ کے ٹوری لیڈروں سے خفیہ سازش کر لی تھی جن میں ممتاز ٹوری لیڈر لارڈ لائڈ لارڈ بنفورڈ اور لارڈ سڈھنم اور دوسرے لوگ تھے۔“

نیز بوٹر کیم نومبر ۱۹۳۱ء کو تار دیتا ہے — ”معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے کانگریس کے تحفظات سے اختلاف کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے قدامت پسند کانگریسوں سے بھی خفیہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے تحفظات منظور کرائیں گے جو برطانوی اقتدار کو قائم رکھیں گے اور کنزرویٹو کانگریس مسلم مطالبات کی حمایت کریں گے۔“

(مدینہ منورہ، نومبر ۱۹۳۱ء، جلد ۲، صفحہ ۷۹) نیز اخبار بمبئی کرائیکل کا خاص نامہ نگار مقیم لندن خبر دیتا ہے — ”شہنشاہیت پرست برطانوی مدیرین کو جب گاندھی جی کے نرم رویے سے گاندھی جی اور والیان ریاست

کو لڑانے میں ناکامی ہوئی تو اب وہ مسلمانوں کو اپنے مقصد کا آلہ بنا رہے ہیں۔ انھوں نے مسلمان مندوبین کو اس لئے متحد کر لیا ہے کہ وہ کامل آزادی کے حصول میں گاندھی جی کی کوششوں کو ناکام کر دیں۔“

ردیہ ستمبر ۲۸ ۱۹۳۱ء جلد ۲۰، ص ۶۹

(۱۰) پاکستان کا بنانا اور اس کی تجویز کا انگریسی حکومت کے قیام اور اس کے مظالم مشہورہ سے پہلے ہی قرار پا چکی ہے۔ مظالم کا انگریس کو اس کا باعث قرار دینا محض عوام کو بھڑکانے کے لئے ہے۔ کانگریس کی حکومت ۱۹۳۶ء کے اواخر میں شروع ہوتی ہے۔ اور پاکستان کی پیدائش ۱۹۳۱ء یا اس سے پہلے ہوتی ہے اور اس کا ظہور بلکہ اس کا پروپیگنڈا ۱۹۳۳ء سے جاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام سپلیمنٹ ص ۴۷ صفحہ ۴۷، الیڈن ۱۹۳۶ء مقالہ (ایس، وی۔ پاکستان) میں ہے۔ پاکستان صوبوں کے اسمار سے حروف تہجی لیکر بنایا گیا ہے پنجاب سے ”پ“ شمالی مغربی صوبہ سے ”جس“ کے رہنے والے خصوصاً افغان ہیں ”الف“، کشمیر سے ”کاف“، سندھ سے ”سین“ اور بلوچستان سے ”تان“، ان خطوں کا نام ۱۹۳۳ء میں چودہری رحمت علی بانی پاکستان نیشنل مومنٹ نے پاکستان تجویز کیا انھ

اور اس پر لاہور میں پبلیون ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء اور لاہور ایسٹرن ٹائمز۔ جون ۱۹۳۴ء اور اسٹیٹس مین دیہلی مورخہ ۳ اگست ۱۹۳۳ء میں مفصل بحث اور تنقید ہوئی۔ اور اس تجویز کو حکومت برطانیہ اور ان صوبوں کے ہندوؤں کے لئے خطرناک دکھلایا گیا۔“

(دیکھو انسائیکلو پیڈیا انڈیا کور)

(۱۱) مسلم اقلیت کے صوبوں کے مظالم کو اس کا سبب قرار دینا اگر وہ پایہ ثبوت کو پہنچیں بھی تو بھی خلاف عقل اور خلاف سیاست ہے۔

راولپنڈی اگر ان مظالم کے سبب سے پاکر ہٹان بنا یا جا رہا تو وہ انہیں  
صوبوں میں مستقبل کے تحفظ کی کوئی راہ نکالی جانی نہ یہ کہ وہ صوبے  
اسکی وجہ سے اور... خطرہ میں ڈال دئے جائیں اور مسلم اکثریت والے  
صوبوں کے تحفظ پر زور دیا جائے۔

ثانیاً اگر واقع میں یہ اسباب ہو سکتے ہیں تو یہ امر نکتہ بعد  
الوقوع ہے۔ پاکستان کی اسکیم تو پہلے ہی سے بن چکی ہے اور اپنے منبع  
سے روانہ ہو کر زعماء لیگ اور مسلم کانفرنس کے قلوب میں جا گزیرن ہو چکی  
تھی۔ ثالثاً۔ یہ مظالم بطور ڈھونگ فرضی بنائے گئے ہیں یا قصداً  
انکو اٹھوایا گیا ہے۔ تاکہ عوام کو جذبات کو ابھارا جائے اور اپنی سابقہ  
غداری یا غلطی پر پردہ ڈال دیا جائے۔ اور کانگریس کو بدنام کیا جائے  
تاکہ لوگوں میں تفرق پیدا ہو۔ ان مظالم کے اثبات کے لئے بالورا چند نیا  
مولانا ابوالکلام آزاد، پنڈت جواہر لال نہرو اثبات و تحقیق کا مطالبہ  
بذریعہ چیف جسٹس اور ججان فیڈرل کورٹ وغیرہ بار بار کر چکے ہیں مگر مسٹر  
جناح وغیرہ نے رائل کمیٹی پر ہی محول کر دیا۔ اور پھر کوئی وزنی اور موثر  
عمل اسکے لئے کرنے سے عاجز رہے۔

مسٹر جان گنتھراپنے آرٹیکل میں لکھتی ہے۔

۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے میں اور میرے شوہر مسٹر جان گنتھرا دونوں  
نے ہندوستان میں مسلم لیگ کے لیڈر مسٹر جناح سے تین گھنٹہ تک بیخ  
کے موقع پر گفتگو کی۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ ہمیں کوئی واضح اور قطعی  
مثال ان شکایتوں کی بتائیے جو انڈین نیشنل کانگریس سے مسلمانوں کو  
ہیں۔ مگر وہ کوئی مثال پیش نہ کر سکے۔ ۱۹۳۷ء میں مسرا سٹیفورٹ کرسپ  
نے بھی ان سے یہی سوال کیا۔ لیکن اسوقت انھوں نے جواب دیا اور ایک  
شکایت بیان کی۔ کرسپ صاحب نے ذاتی طور پر تحقیق کرنے کا اظہار کیا تھا

مگر خراب بعد کو اکھٹوں تے نیویارک میں اسکی اطلاع دی تو اس میں اکھٹیں  
 کوئی اصلیت نظر نہیں آئی۔ اس کے بعد ستمبر ۱۹۴۲ء میں ہربرٹ  
 بیٹھوز نے لکھا کہ مسلم لیڈر اکھٹوں نے مسٹر جناح کا نام نہیں لیا، کہتے ہیں  
 کہ وہ جہنم سے نکلے ہیں۔ جناح انتہائی چالاک اور خشک قانون دان آدمی  
 ہیں۔ کبھی وہ انڈین نیشنل کانگریس کے سرگرم بھتی قسم کے ممبر تھے۔ مگر  
 پھر اکھٹیں اپنی نجی خواہشات اور حوصلہ مندوں کے لئے برطانویوں کے  
 پیش کردہ مواقع میں بہ نسبت ایثار پیشہ کانگریس کے زیادہ ترقی نظر  
 آئی۔ مگر پان اسلام ازم کی تمام بحث و گفتگو کے باوجود وہ ایک چھ  
 ہندوستانی قوم پرور اور محب وطن انسان ہیں۔ اگر برطانوی انکے  
 ساتھ کھیل رہے ہیں تو وہ بھی برطانویوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔

(مدینہ بجنور ۹ جون ۱۹۴۳ء)

پروفیسر کیپلینڈر جنکو آکسفورڈ یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۴۱ء میں  
 ہندوستان کے مسائل کی تحقیق کیلئے بھیجا گیا تھا اور وہ تحقیقات ختم کرنے  
 کے بعد سر اسٹورڈ کریس کے عملہ مشیران کے رکن ہو گئے تھے اپنی یادداشت  
 کے ساتویں باب ڈسٹرٹ اور ڈسپونین میں لکھتے ہیں کہ پیر پور رپورٹ  
 میں مندرجہ اور دیگر دستاویزوں میں منظر جو کانگریس وزارتوں کی طرف  
 منسوب کئے گئے ہیں کوئی وزن نہیں رکھتے۔ میں نے مسٹر جناح سے ان کے  
 ان کے سلسلہ میں جس قدر گفتگو کی میں سمجھتا ہوں وہ انکو یا کانگریس کی  
 اسلام دشمن روش کو نہیں ثابت کر سکے۔

(ح) یہ اسکیم اس لئے بنائی گئی ہے کہ برطانوی اقتدار ہمیشہ تمام  
 ہندوستان پر یا کم از کم مسلم ہندوستان (پاکستان) پر قائم رہے ہمیشہ  
 سے یہی اصول برطانیہ کا ہندوستان پر قبضہ کرنے میں کام کرتا ہے  
 اور یہی اصول اب تک اس کی حکومت کے بقا میں کارآمد ہوا یعنی ڈیوائڈ

... اینٹنڈرول۔ لڑا اور حکومت کرو۔ اگر دو ٹکڑے ہندوستان ہو جائیں گے تو برطانیہ کو آپس میں لڑانے اور پھر چودھری بنکرانے کے تحفظ کے بہانہ سے حکومت کرنے اور دولت کے دریا انگلستان کی طرف بہانے کا موقعہ ہاتھ آئیگا مگر ایک فیڈریشن ہونے کے وقت میں ہندوستان برطانیہ سے بالکل نیا ہوگا۔ جس سے صلح کریگا یا جنگ کریگا وہ بیرونی طاقت ہوگی، اس میں برطانیہ کی چودھری کی ضرورت نہ ہوگی نہ امن و امان کے بہانہ سے اسکو مداخلت کرنے کا موقعہ ہوگا۔

ڈاکٹر سراقبال مرحوم اپنے خطبہ اجلاس لاہور ۱۹۳۲ء میں فرماتے ہیں کہ۔

”لیکن حکومت برطانیہ کا موجودہ رویہ مظہر ہے کہ وہ ہندوستان میں غیر جانبدار ثالث کی حیثیت سے عامل رہنے کی اہلیت نہیں رکھتی اور بالواسطہ گویا ہندوستانی اقوام یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک قسم کی خانہ جنگی کی طرف لجا رہی ہے۔ جو محض اس غرض سے انگریزوں نے اختیار کر رکھی ہے کہ ہندوستان میں اپنی پوزیشن کو سہولت کے ساتھ قائم رکھ سکے۔“

چنانچہ مسٹر جناح کا مندرجہ ذیل بیان اس پر بخوبی روشنی ڈالتا ہے نئی دہلی۔ ۲۹ فروری ۱۹۴۲ء نیوز کرائیکل لندن کی دعوت پر مسٹر جناح نے پاکستان کے مسئلہ پر مندرجہ ذیل بیان دیا ہے۔

”... اگر برطانوی حکومت ملک کے دو ٹکڑے کر دے تو تھوڑے عرصہ کے بعد جو ۳ ماہ سے زیادہ نہ ہوگا ہندو لیڈر خاموش ہو جائیں گے اور جب تک دونوں ٹکڑے آپس میں امن سے نہ رہیں۔ تب تک برطانوی حکومت کا فوجی اور خارجی کنٹرول ضروری ہے۔ اس صورت میں مصر کی طرح کم از کم ہم اندرونی طور پر تو آزاد ہوں گے۔ آج بھی اصولاً ۵ صوبوں میں کستانی

حکومتیں مسلم لیگ کے ماتحت قائم ہیں اور ہندو وزیرانہیں کام کر رہے ہیں پاکستان کی قائمی میں ۱۹۴۷ء ملک ہندووں کے زیر اثر ہوگا۔ اور ۱۹۴۷ء مسلمانوں کے۔ نیز پاکستان کے قائم ہونے سے دائمی امن کی امید ہے۔

(مدینہ منورہ جلد ۳۳ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۴۷ء)

اسی بیان پر ڈاکٹر عبداللطیف صاحب جیدر آبادی جو کہ پاکستان کو بہت بڑے حامی اور اس کے متعلق مفصل کتاب لکھتے والے ہیں اور ایک عرصہ تک لیگ کے ذمہ دار عہدہ دار رہے ہیں فرماتے ہیں۔

”جیدر آبادی ۲۷ مارچ ۱۹۴۷ء ڈاکٹر عبداللطیف صاحب نے مسٹر جناح کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے جو انھوں نے نیوز کرائیکل کمانینڈ کو دیا ہے فرمایا کہ ”اب مسلمانوں کو دیکھنا چاہئے کہ ان کے قائد اعظم ان کو کدھر لے جا رہے ہیں۔ میں ابتدا ہی سے جانتا تھا کہ مسٹر جناح پاکستان کیلئے سنجیدہ نہیں ہیں۔ اب انھوں نے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ قطعی آزاد پاکستان کے خواہشمند نہیں ہیں۔ وہ والی ملک کے بغیر ایک ایسی ریاست کے خواہشمند ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ زیر سایہ برطانیہ ایک طویل مدت میں یہ علاقے مصر کی حقیقت تک پہنچ جائیں جو قانونی طور پر تو آزاد ہے مگر اپنے ہر کام میں برطانیہ کے چشم و ابرو کا منتظر ہے۔ انھوں نے کراچی میں تقسیم کرو اور ہندوستان سے چلے جاؤ کا نعرہ لگایا تھا۔ مگر اب وہ کہہ رہے ہیں کہ اس سے ان کا مقصد تقسیم کرو اور رہو تھا۔ وہ چاہتے ہیں کہ برطانوی طاقت ہندوستان اور پاکستان دونوں جگہ رہے۔ اور دفاع و خارجی مسائل کی مالک بنی رہے یہ ہے مسٹر جناح کی آئینی ترقی کے متعلق نظریہ۔ کیا کوئی انگریز اس کے لئے انکا شکر یہ ادا کرے گا۔ میرے خیال میں برطانوی رجعت پسند بھی اس پالیسی پر افسوس ظاہر کریں گے۔ برطانیہ نے کرسیں اسلیم کی رو سے وعدہ کیا ہے کہ جنگ کے بعد ہندوستان کو متحدہ طور پر یا علاقوں کی تقسیم کے بعد مکمل

آزادی حاصل ہو جائیگی۔ بجائے اس کے کہ مسٹر جناح اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسری جماعتوں سے اتحاد کرتے۔ وہ موجودہ غلامی پر ہی قانع ہیں۔ کیا مسلم لیگ کے عام ممبران اس روش کی تائید کریں گے؟

(اجمل بھٹی جلد ۱۶ - ۶ مارچ ۱۹۴۷ء)

مسٹر جنینا اور ڈاکٹر عبداللطیف کے اسی بیان کے متعلق مدینہ لکھتا ہے "مسٹر جناح کے پاکستان کی آزادی کا تصور بقول ڈاکٹر عبداللطیف اس سے آگے نہیں بڑھتا کہ رفتہ رفتہ وہ مصر کی موجودہ حیثیت کو پہنچ جائے اور مصر کی موجودہ آزادی کی حیثیت کیا ہے مسٹر وکی جیسے ہوشمند اور باخبر رہے سیاست دان کی زبان سے سنئے۔ اپنے اپنی مشہور روزنامہ "تصنیف ایک دنیا" میں لکھا ہے کہ مصر تمام ممالک کے لئے برطانیسی سفیر سمر مائلس ایمپسن کا محتاج ہے اسکی رہنمائی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ مسٹر جناح چاہتے ہیں کہ ہندوستان اور پاکستان بھی ایسی لادستی کی نعمت سے بہرہ مند ہوں۔

(مدینہ ۱۳ - مارچ ۱۹۴۷ء جلد ۳۳)

اجمل بھٹی مورخہ ۶ مارچ ۱۹۴۷ء اپنے ایڈیٹوریل میں حسب ذیل

بیان دیتا ہے۔

مسلمانوں کے لئے لمحہ فکر یہاں "مسلم لیگ کے قائد اعظم مسٹر جنینا نے لندن کی اخبار نیوز گرائیڈ کے نمائندے کو جو رجحان پسندانہ بیان دیا ہے ہم اس سے قبل تبصرہ کر چکے ہیں۔ اس بیان نے پاکستان کے بارے میں مسٹر جنینا اور انہی کے ساتھ پوری مسلم لیگ کی رکیونگ اس کے گنہگار ہونا مسٹر جنینا ہی ہیں اپوزیشن کو حد درجہ مضحکہ خیز بنا دیا ہے اور درحقیقت انہیں بے نقاب کر دیا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے اس بیان پر ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب کی تنقید ہے جو اظہار کے لئے اسی بیان سے متاثر ہو کر کی ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللطیف ان لوگوں میں نہیں ہیں جنہیں پاکستان کا مخالف کہا جاسکے بلکہ وہ تو



اس بات کے مدعی بھی یہ ہیں کہ پاکستان کا خیال انہی نے پہلے پیش کیا اور کچل یا تہذیبی منڈیوں پر ہندوستان کے متعلق ایک اسکیم کے وہ مرتب بھی ہیں جسے انھوں نے اپنی ایک تصنیف میں پیش بھی کیا ہے۔ جب ایک ایسا شخص بھی مسٹر جینا کے طرز عمل پر اتنی سخت تنقید کرتا ہے جتنی کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے کی ہے تو اسے محض سیاسی مخالفت کی بنا قرار دیکر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب نے جو باتیں کہی ہیں وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ انھوں نے جو اعتراضات مسٹر جینا پر کئے ہیں وہ مسٹر جینا کے بیان کی روشنی میں حرف بحرف صحیح ہیں۔ ڈاکٹر لطیف صاحب کہتے ہیں کہ مسٹر جینا کراچی میں نہایت بلند آہنگی سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ انگریز ہندوستان کو تقسیم کر کے یہاں سے چلے جائیں مگر اس سے ان کا مقصد وہ نہیں تھا جو ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ ان کا مقصد اس کے خلاف یہ تھا کہ انگریز ہندوستان کو ہندو مسلمانوں میں تقسیم کر دیں اور پھر بھی یہاں رہیں اور رہیں بھی تو اس طرح پر کہ مسٹر جینا اور ان کی لیگ کے مجرہ پاکستان اور ہندوؤں کے قبضہ کے ہندوستان دونوں پر انگریزی مسلط رہیں۔ کیونکہ فوج اور امور خارجہ پر انہیں کا قبضہ رہے نیز ان دونوں ریاستوں کے جنہیں ممکن ہے کہ مسٹر جینا اور ان کے ساتھی اپنا جی خوش کرنے کیلئے آزاد ریاستیں کہیں۔ جو دہری سے رہیں اور جتنک ان دونوں ریاستوں کے ایسی تعلقات اس طرح پر طے نہ پائیں جس سے انگریز بھی مطمئن ہوں انگریزوں کی ہندوستان میں مداخلت کا سلسلہ جاری رہے۔ یہ باتیں ڈاکٹر عبداللطیف نے اپنی طرف سے مسٹر جینا کی طرف منسوب نہیں کی ہیں نہ ہم اس میں اضافہ اپنی طرف سے کر رہے ہیں بلکہ یہ باتیں پوری وضاحت کے ساتھ مسٹر جینا کے بیان میں صاف الفاظ میں موجود ہیں اس بیان نے واضح کر دیا کہ مسٹر جینا کے ذہن میں ہندوستان کی آزادی کا۔ یا تو سرے سے تصور ہی نہیں ہے یا اگر ہے تو وہ ایسی آزادی ہے جس سے کوئی

خود دار ہندوستانی خواہ وہ متحدہ ہندوستان کا حامی ہو خواہ لقمہ ہند  
 یعنی پاکستان کا بھی نہیں کہ مطمئن نہیں ہو سکتا بلکہ بلاشبک و شبہہ مضطرب  
 اور پریشان ہو گا۔ مسٹر جینا نے اپنے اس بیان میں وہ بات کہی ہے جو رجعت  
 پسند انگریز بھی کم از کم اپنے منہ سے نہیں کہتا خواہ اسکی نیت میں کتنا ہی فتور  
 کیوں نہ ہو۔ ایسی حالت میں ڈاکٹر عبداللطیف صاحب یہ کہنے میں قطعاً حق بجانب  
 ہیں کہ مسٹر جینا کی اس روش کو دیکھتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ وہ پاکستان کے  
 بارے میں کبھی سنجیدہ کھتے ہی نہیں۔ وہ جو چیز چاہتے تھے یا ان کا دماغ جو چیز  
 سوچتا تھا وہ کوئی آزاد اسلامی ریاست یا اسی کے ساتھ جیسا کہ وہ اکثر کہا کرتے  
 تھے غیر پاکستانی علاقوں کی آزاد ہندوستانی ریاست نہ تھی بلکہ وہ انگریز  
 کی غلامی میں ایسی ریاستوں کا خواب دیکھ رہے ہیں جن کی حیثیت تقریباً وہی ہو  
 جو ہندوستانی ریاستوں کی ہے اور ایک مدت دید کے بعد کبھی (جس کا فیصلہ  
 یاد رہے کہ انگریز بھی کرے گا) انکی حیثیت مصر کی ہو جائے جسے باوجود اپنی  
 آزادی کے ہر کام میں برطانیہ کے اشارہ چشم و ابرو کا منتظر رہنا پڑتا ہے۔  
 بہر حال ایک لحاظ سے بہت اچھا ہوا کہ مسٹر جینا نے سا لہا سال کے بعد پہلی بار  
 صفائی کے ساتھ بتا دیا کہ پاکستان کے متعلق ان کا اپنا تخیل کیا ہے۔ اب  
 مسلمانوں کو عام طور پر اور خاص کر ان مسلم لیگی حضرات کو جو مسٹر جینا کی ہر بات  
 پر آمنا و صدقاً کا لغزہ بلند کرنے کے عادی بن گئے ہیں سوچنا چاہئے کہ مسٹر جینا  
 اٹھیں کدھر لیجا رہے ہیں کیا یہی وہ چیز ہے جو ہندوستان کے دس کروڑ  
 مسلمانوں کا منتہائے نظر ہونی چاہئے اور کیا مسلم لیگ کی وہ نشاۃ ثانیہ جسکے  
 راگ لاپتے مسلم لیگی حضرات کی زبانیں نہیں ٹھکتیں اسی مقصد عظیم کے لئے  
 ہے۔ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو ہمیں اس پوری تنظیم اور اس کے مقصد  
 دونوں پر فاتحہ پڑھ دینا چاہئے۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی کہہ دینا چاہئے کہ اگر  
 ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان اب بھی اسی چکر میں رہیں جس میں مسٹر جینا

اور ان کے ساتھ ہی انہیں رکھنا چاہتے ہیں تو ان کا بس اللہ ہی حافظ ہے کیونکہ اس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ مسلمان خود بھی برطانیہ کا غلام بنا رہے اور اپنے ساتھ اپنے دوسرے کروڑوں ہموطنوں کو بھی غلامی پر مجبور کرے۔ ہمیں امید ہے کہ مسلم لیگیوں کا سنجیدہ طبقہ اس مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور کرے گا۔ اور سوچے گا کہ آخر وہ ان چیزوں کو کتنا برداشت کریں گے۔ خیر مسلم لیگی خواہ کچھ سوچیں اور کچھ کریں ہمیں تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ مسلمانان ہند کی زندگی میں وہ نفسیاتی گھڑی اب قریب آتی جاتی ہے جب حالات انہیں اس بات پر مجبور کریں گے کہ وہ اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کریں اور اس میں تبدیلی کریں۔

(ط) برطانیہ کے یہ ٹوری حضرات اس طریقہ سے ہندوستان کو کمزور کر دینا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اس میں اتنی طاقت نہ پیدا ہو کہ وہ انگلستان اور دیگر یورپین ممالک کو آنکھیں دکھانے لگے اور ان کا حریف بن جائے۔ تقسیم کی شکل میں اول تو اسکو داخلی جھگڑوں میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ اور پھر دونوں ٹکڑوں (پاکستان اور ہندوستان) کے آپس میں جھگڑوں میں پھنس جانا پڑے گا۔ جس کے نتیجے میں انتہا درجہ کمزور ملک بن جانا پڑے گا۔ ہاں اگر اس کا مرکز صرف ایک ہی ہو جائے تو یقیناً گھوڑی ہی مدت میں وہ ایسی عظیم الشان طاقت بن سکتا ہے جس کا مقابلہ باسانی کوئی یورپین طاقت بھی نہ کر سکے گی۔ چنانچہ نیوز کرائیکل لندن کے نمائندہ نے اپنے سوالات میں مندرجہ ذیل الفاظ کہے تھے۔

سوال: "لیکن یہ کس طرح ایک پسندیدہ صورت ہو سکتی ہے

کہ ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر کے کمزور کر دیا جائے جس سے

وہ بیرونی حملوں کا شکار ہو۔"

نیز ایک سوال حسب ذیل تھا۔ لیکن خانہ جنگی ہونا یقینی ہے۔ آپ

ایک ہندوستانی السٹر قائم کریں گے جس پر آگے چل کر ہند لوگ  
متخردہ ہندوستان کے نام پر ممکن ہے کہ حملہ کریں  
نیز ایک سوال یہ تھا کہ اگر اس وقت انگریزوں نے یہ عذر کر کے ہندوستان  
کو چھوڑنے سے انکار کر دیا کہ ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات  
اس قدر اچھے نہیں ہیں کہ وہ ہمسایہ کے طور پر رہ سکیں تو پھر  
کیا ہوگا؟

نیا بندہ نیو کر ایبل کے سوالات میں یہ تینوں سوالات واقعات کی روشنی  
میں ہیں اور نہایت صحیح ہیں۔ مسٹر جینا کے جوابات ہرگز اطمینان بخش نہیں ہیں اور  
واقعات اور حقائق پر مبنی ہیں۔ چنانچہ پہلے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔  
”میں یہ تسلیم کر نہیں سکتا کہ ہندوستان کو جبری طور پر  
متخرد کر کے زیادہ محفوظ بنایا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس  
صورت میں اس کے بیرونی حملوں کا شکار ہونے کے زیادہ امکانات  
ہیں۔ کیونکہ ہندو مسلمان کبھی ایک نہیں ہوں گے۔ بلکہ ہمیشہ  
ایک دوسرے کے ساتھ دست بگر بیان رہیں گے۔ ہندوؤں  
اور مسلمانوں کے درمیان کوئی ایسا سمجھوتہ ناممکن ہے  
جس سے مسلمان ہندوؤں کے ساتھ بطور ایک وحدت کے یا ایک  
وفاق کے اندر رہنے پر تیار ہو سکیں۔ یہ تو قانونڈ لینڈ سے مکمل  
آزادی کا وعدہ کیا گیا ہے اگر یہ مختصر سا ملک کتاڈا کے قریب  
ہوتے ہوئے بھی علیحدہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا ہے تو یقیناً  
پاکستان بھی جس کی آبادی سات آٹھ کروڑ یعنی برطانیہ کی آبادی  
سے دو گنی ہے تنہا ترقی کی منزل پر آگے بڑھ سکتا ہے“

راجہ لہری ۲ مارچ ۱۹۴۷ء

تعجب کی بات ہے کہ مسٹر جینا کس طرح اس جواب میں تاریخ اور واقعات

اور صحیح امرکانات پر دھول ڈال رہے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھنے کس طرح قمر نہا قمری ان میں خود نمیزی اور دشمنی کے انتہائی درجہ کے مظاہرات ہوتے رہے ہیں مگر کیا برناتیہ اور امریکہ میں یہودی قوم اپنے اعلیٰ پیمانہ کے سرمایہ اور خوش حالی کے ساتھ کامن ویلتھ میں بسر نہیں کر رہی ہے اور کیا وہ اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے حاصل کر کے مانیٹنگوا اور ریڈنگ وغیرہ کی صورت میں برٹش امپائر کی امداد و اعانت نہیں کر رہے ہیں کیمریکٹڈ اور جنوبی امریکہ کے بسنے والے مختلف نسلوں اور مختلف اقوام و مذہب والے نہیں ہیں۔ اگر یہ سب ایک وفاق میں شریک ہو سکتے ہیں حالانکہ زمانہ ہای سابقہ اور لاحقہ میں ان میں سخت عداوتیں ظہور پذیر رہی ہیں تو کیا ہندوستان کے باشندے مستقبل قریب میں ہندوستانی کامن ویلتھ (دولت مشترکہ) کے اجراء نہیں ہو سکتے۔ سرکیشیا اور قفقاسیہ کے چراکیہ جارجیا کے داغستانی وغیرہ اور صحرا روس اور سائبیریا کے قزق (کاسک) اور شہروں کے بسنے والے قازانی یہ وہ بہادر مسلمان تھے ہیں جن کی اور صرف انہیں کی مدد سے متحدہ روس کو کامیابی جرمن سے مقابلہ میں ہوتی ہے۔ یہ سب اپنے اپنے صوبوں کی داخلی آزادی کے ساتھ ساتھ روسی کامن ویلتھ اور متحدہ حکومت میں داخل اور شریک ہیں۔ حالانکہ زمانہ ہای سابقہ میں جو جو خونریزیاں اور جنگاں جہاں آپس میں پیش آئے ہیں ان سے تاریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔

خود ہندوستان میں انگریزوں سے پہلے مغلیہ دولت مشترکہ اور وفاق میں اور ہندو اور مسلمان ریاستوں میں سرد و فو میں انتہائی اتفاق اور اتحاد کے ساتھ ساتھ صدیوں تک گزر بسر کرتی رہی ہیں۔ ڈبلیو ایم نارائن اپنی کتاب "ایشیا میں تہذیبیت" میں لکھتا ہے۔

سیواجی کو متحصص اور سلطان ٹیپو کو کٹر مذہب کہا جاتا ہے لیکن جس وقت ہم نے جنوبی ہند کی ریاستوں میں ذہیل ہونا شروع کیا ان کے یہاں اس قسم کا

مذہبی تنفر کا نام تک نہ تھا جس طرح انگلستان اور یورپ کے تقریباً سب حصوں  
 میں مخلوق کو تباہ کرنا روارکھا جاتا تھا جب آئرلینڈ میں کوئی رومن کیچھو لک  
 نہ اپنے بزرگوں کی جاگیر کا حق دار سمجھا جاتا تھا نہ فوج کا افسر ہو سکتا تھا جبکہ  
 سویڈن میں سوائے لوہقر کے معتقدین کے اور کسی عقیدہ کا کوئی شخص ملازم  
 نہیں ہو سکتا تھا ٹھیک اس وقت ہندوستان کے اندر ہر شہر اور شاہی  
 دربار میں ہندو مسلمان عزت اور سرمایہ کمانے میں اور ایک دوسرے سے  
 بازی لیجانے میں آزاد تھے۔

لارڈ ولیم بنٹنک انگلستان میں ایک کمیٹی کے روبرو ۱۸۵۷ء میں بیان  
 دیتے ہوئے کہتا ہے۔ "بہت سی باتوں میں اسلامی حکومتیں انگریزی راج  
 سے کہیں بہتر تھیں۔ مسلمان اس ملک میں آباد ہو گئے جسے انھوں نے  
 فتح کیا تھا۔ وہ ہندوستانی باشندوں میں گل مل گئے۔ ان میں بیاہ شادی  
 کرنے لگے۔ مسلمانوں نے ہندوستانی غیر مسلموں کو ہر قسم کے حقوق دیئے۔  
 اور فاتح و مفتوح کے مذاق دلچسپی اور ہمدردی میں یکساںیت تھی۔ کوئی فرقہ نہ تھا  
 بخلاف اسکے انگریزی پالیسی اس کے برعکس ہے۔ اب سردھری تو دغرضی اور پڑائی  
 ہے۔ جس میں ایک طرف تو قوت کا آہنی پنجہ حکمراں ہے اور دوسری طرف ہر چیز پر اپنا  
 قبضہ اور ہندوستانیوں کو کوئی دخل نہیں۔"

(الانصار ۲۲ جلد ۲ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۲۸ء ماخوذ از فاروڈ کلکتہ)

اسی طرح سر جان بینارڈ اور دوسرے مورخ لکھتے ہیں۔ یہ منافرت انگریزوں  
 کی پیدا کی ہوئی ہے اور انہیں کی خواہش اور پالیسی کے موافق لیگ بھی پر زور کوشش  
 کر رہی ہے۔ یقیناً اگر انگریزی راج کا یہاں سے خاتمہ ہو جائے اور زعماء لیگ  
 اپنی اس غلط پالیسی کو چھوڑ کر اتفاق و اتحاد کی دن رات کوشش کرتے لگیں تو حالت  
 بہت جلد بدل سکتی ہے۔ جیسا کہ تحریک خلافت کے وقت میں مشاہدہ ہو رہا تھا  
 اگر گورنمنٹی طاقتیں اپنی باطنی قوتوں کو استعمال نہ کرتیں تو یقیناً نہایت زیادہ ہم آہنگی

اور خوش گواری قائم ہو جاتی۔

اور اگر واقعیت وہی تسلیم کر لی جائے جو کہ مسٹر جناح ارشاد فرماتے ہیں تو پھر پاکستان کے ہر دو حصوں میں کبھی کبھی امن و سکون نہ ہوگا اور نہ وہاں مسلم حکومت قائم رہ سکے گی، وہاں کی فیصدی چالیس بلکہ اس سے بھی زیادہ غیر مسلم آبادی مسلمانوں سے ہمیشہ دست بگر بیان رہیگی اور حکومت کو تنگی کے تاج چھایا کرتی رہیگی، بالخصوص اس وجہ سے کہ وہ سرمایہ دار، زمیندار اور عام مسلمانوں سے بہت منظم اور تعلیمیافتہ ہے، مسلمان عموماً مفلوک الحال اور ہندوؤں اور مسکوں کے مقروض اور محتاج اور رعایا ہیں۔ اور حسب تصریح تنظیم امر تسر ۱۲ جون ۱۹۴۸ء اپنی قرضہ نوے کروڑ روپیہ ہے۔ جس کا سود تقریباً ۵۱ کروڑ روپیہ انکو دینا پڑتا ہے قرضہ کا سب سے بڑا حصہ کاشتکار مسلمانوں ہی پر ہے اور قرضخواہ عموماً غیر مسلم مہاجن ہیں دوسرے سوال کے جواب میں مسٹر جینا ارشاد فرماتے ہیں۔

مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ نئے آئین کے تحت مختلف

پیدا ہونے والے معاملات کو سلجھانے و طے کر نیکی لئے ایک درمیانی

دور ہوگا جس کے دوران میں امور خارجہ اور فوجی معاملات برطانیہ

کے ہاتھ میں رہیں گے۔ اس درمیانی دور کی مدت کیا ہوگی اس کا

انحصار اس امر پر ہوگا کہ کس رفتار سے ہندو اور مسلمان نیز انگریز

اپنے کونے آئین کے مطابق ڈھالتے ہیں۔ بالآخر ہندو اور مسلمان

دونوں برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کر لیں گے۔ جس طرح مصر نے اپنی

آزادی حاصل کرنے کے بعد برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کیا ہے

راجہل بمبئی ۲ مارچ ۱۹۴۸ء

اس جواب میں جو غلط کاری مسٹر جناح نے کی ہے اسکی تفصیل ڈاکٹر عبداللطیف

صاحب کے بیان اور اجمل اور مدینہ بجنوری تو ضیحات میں آچکی ہے۔ مگر ہم ایک اور

واضح چیز یہاں انصاری دہلی روزانہ مورخہ ۹ مارچ ۱۹۴۸ء کے ایڈیٹوریل سے

نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں وہ کہتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس درمیانی دور میں برطانیہ ہندوستان کے ان دونوں حصوں کو کیوں نہ ایسی پوزیشن میں ڈال دے گا کہ وہ کبھی بھی آزاد نظام حکومت کو سنبھالنے کے قابل نہ ہو سکیں۔ اگر اس امکان سے انکار نہیں کیا جاسکتا تو کیا مسٹر جناح کی اس تجویز کا مطلب برطانیہ کو یہ صلاح دینا نہیں ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے متحدہ ہو کر ہندوستان کی آزادی کی تحریک اٹھانے کے امکانات کو پاش پاش کر ڈالنے کے لئے ہندوستان کو ہندوستان اور مسلم ہندوستان میں تقسیم کرے اور الگ الگ انکی پوزیشن کو کمزور کر کے ہندوستان کو قیامت تک غلام بنائے رکھے۔ بیوز کر ایبل کے نامہ نگار کو بھی مسٹر جناح کی اس تجویز کو سنکر یہی بات سوجھی تھی جو ہم نے واضح کی ہے۔ چنانچہ اس نے مسٹر جناح سے دریافت کیا کہ اگر اس وقت انگریز یہ عذر کر کے ہندوستان کو چھوڑ دے تو انکار کر دے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات اس قدر اچھے نہیں ہیں کہ وہ ہم سایہ کی حیثیت سے اچھی طرح رہ سکیں تو پھر کیا ہوگا۔ مسٹر جناح کو اسکی کچھ فکر نہیں ہے کہ اسوقت کہا ہوگا اور برطانیہ ہندو اور مسلمانوں کو الگ الگ علاقوں کے پھندے میں لٹکا دے گا اور انہیں تو صرف یہ فکر ہے کہ کسی طرح مسلم صوبوں پر مسلم لیگیوں کا راج ہو جائے۔ اخبار مذکور کا یہ کہنا بالکل واقعی اور صحیح ہے برطانوی قوم یا خصوصاً یورپ اور قدامت پسندوں کی ذہنیت اور انکے آئے دن کے بیانات اور ارادے اور اعمال اسی کی شہادت دیتے ہیں۔ سابقہ تجربات صراحتاً اسکے دلائل اور براین قویہ ہیں۔

تیسرے سوال کا جواب مسٹر جینا نے حسب ذیل ارشاد فرمایا ہے۔  
ایسا ہو سکتا ہے لیکن اس کا امکان نہیں ہے۔ بہر حال اس صورت میں بھی ہمیں اس سے زیادہ آزادی حاصل رہیگی جو اس وقت ہے۔ ایک جداگانہ قوم اور ایک ڈوبین کی حیثیت سے



ہمارے لئے موجودہ تعطل کے مقابلہ میں اس وقت اسکے زیادہ  
مواقع و امکانات ہونگے کہ ہم میں اور برطانیہ میں معاہدہ  
ہو جائے یا

مسٹر جناح نے یہ دعویٰ تو کر دیا کہ اس کا امکان نہیں ہے مگر اسکی کوئی دلیل  
ذکر نہیں فرمائی۔ انگریزوں کے اس قسم کے کارنامے تاریخی صفحات پر اسقدر  
مرقوم ہیں کہ انکے گنوانے کیلئے دفاتر چاہئیں۔ تعجب ہے کہ مسٹر جینا ان تمام معاملات  
سے چشم پوشی فرما رہے ہیں۔ ایڈورڈ گری، لائیڈ جارج، مسٹر چرچل اور دیگر  
وزرائی برطانیہ کی تاریخیں دیکھے اور مسٹر جینا کی ناواقفیت یا نسیان کی داد  
دیجئے۔ اس قسم کی ڈپلومیسیاں ساحرین برطانیہ کے بائیں ہاتھ کے کھیلوں میں  
سے ہیں۔ ہمکو اسوقت میں مولانا محمد علی صاحب مرحوم کا مقالہ یاد آتا ہے انھوں نے  
متعدد مرتبہ ذکر فرمایا کہ جبکہ وہ خلافت ڈیپوٹیشن میں انگلستان کو جا رہے تھے  
تو پیرس میں بھی گزرے اور وہاں کے ایک مشہور و معروف سیاسی شخص سے  
ملاقات کی۔ اثنائے ذکر میں انگریزوں کی ڈپلومیسی اور فریب کا تذکرہ آیا تو اس نے  
کہا کہ میں اور میری قوم (فرنج) ہمیشہ یہ عہد کرتے ہیں کہ آئندہ انگریزوں کے فریب  
میں آئیں گے مگر حقوڑے ہی دنوں کے بعد میں اور میری قوم دیکھتے ہیں کہ پھر انکے فریب  
میں پھنس گئے ہیں۔ تعجب ہے کہ دنیا کی آزموں کا رپالیٹیکس کی ماہرین تو میں تو انکے  
دجل اور فریب کا اتنے زور و شور سے اقرار کرتیں اور مسٹر جناح جو صرف قانون کی  
نہایت خشک ماہر ہیں (بقول مسٹر جان گنتہر) اسکے امکان کا بلادلیل الکار کریں۔  
جے کیر ہارڈی تو کہتا ہے کہ جہتک دنیا میں ڈپلومیٹک آفس موجود ہے دنیا میں  
امن و امان قائم نہیں ہو سکتا۔ اور مسٹر جناح فرماتے ہیں کہ اس کا امکان نہیں ہے۔  
اٹلانٹک چارٹر اور ایسی ایسی سیکڑوں چیزیں موجود ہیں اور مسٹر جناح سب سے چشم  
پوشی فرما رہے ہیں یا دانستہ سب کی آنکھوں میں دھول ڈال رہے ہیں۔ انکی دوسری  
باتوں کا جواب ڈاکٹر عبداللطیف اور اجمل کے آرٹیکل میں آچکا ہے اعادہ کرنے کی

ضرورت نہیں ہے۔

روزنامہ انصاری مورخہ ۹ مارچ ۱۹۴۷ء کہتا ہے اور صحیح کہتا ہے۔  
 ”مسٹر جناح کو نہ تو ہندوستان کی آزادی کی پروا ہے اور نہ آپ کو مسلمانوں کی  
 آزادی کی فکر ہے۔ بلکہ اس وقت تو آپ کو صرف اس بات کی دھن ہے کہ کسی کسی  
 طرح انگریز ہندوستان کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑے پر مسلم لیگ کا راج قائم کر دیا  
 اور اپنی سنگینوں سے اس مسلم لیگی راج کی حفاظت کرتے رہیں مسلمانوں کو مسٹر جناح  
 کے اس تازہ اظہار خیال کی روشنی میں مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کے سیاسی  
 ڈھونگ کو غور سے دیکھنا چاہئے کہ یہ مسلمانوں کی آزادی کا مطالبہ ہے یا انہیں  
 ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غلام بنوانے اور ہندوستان کی دوسری قوموں سے برسر پیکار  
 رکھنے کی ترکیب ہے۔“

(ی) مسٹر پلوڈن کے خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان ملعون مفادات  
 اور منحوس خود غرضیوں کی بنا پر پوری اور رجعت پسند انگریزوں نے مصمم ارادہ  
 تقسیم ہندوستان کر کے مسلم لیگی اور مسلم کانفرنسی لیڈروں سے سخت و پزیر کر لی ہے وہ  
 کہتا ہے کہ خواہ ہم چھ کریں یہ ہو کر رہیگا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اسے جلد از جلد معرض  
 عمل میں نہ لائیں اور اس کے ساتھ سب سے پہلے تاجرانہ تعلقات کیوں نہ قائم کریں  
 یہ قول صاف اس امر پر روشنی ڈالتا ہے اور اس کے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پسند  
 تقسیم ہندوستان صرف انگریزوں کا نکالا ہوا ہے مسلمانوں کو بیوقوف بنا کر اپنا  
 الو سیدھا کیا جا رہا ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمان دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور یہی  
 وجہ ہے کہ انگریز اس کی تائید و حمایت میں پورا زور لگا رہے ہیں۔

مسٹر چمن لال ستیاواڈ کا وہ بیان جو کہ انھوں نے امریکہ سے واپسی پر  
 ۱۵ جنوری ۱۹۴۵ء میں کراچی میں دیا تھا اس امر پر پوری روشنی ڈالتا ہے اس کا  
 اقتباس حسب ذیل ہے۔

”..... امریکہ کا برطانوی سفارت خانہ پاکستان کے حق میں انگلیتہ میں

منفلٹ وغیرہ لٹریچر چھپواتا ہے اور اسے ہوائی جہازوں کے ذریعہ امریکہ میں مفت تقسیم کر نیکی خاطر بھیجا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ امریکہ میں ایک مسلم لیگ بھی کھولی گئی ہے مسٹر احمد اسکے ایجنار ج ہیں برطانوی سفارت خانہ کی طرف سے انھیں تنخواہ دی جاتی ہے۔ . . . (ملاپ روزانہ مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۲۲ء جلد ۲۲ ص ۲۴ از ریوٹر)

ہندوستان میں برطانوی حکام کی لیگ کی غیر معمولی حمایت اور سرپرستی اسکی شہادات عادلہ ہیں جو کہ ہر ایک غور کرنے والے پر مخفی نہیں ہیں

نیوا سیٹیٹس میں اینڈ نیشن لندن مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۲۲ء لکھتا ہے: "یہ اشکال اس وجہ سے پیدا ہوا کہ لارڈ لنلتنگو نے مسلم لیگ کو ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کر لیا۔ مسلم لیگ ایک طاقتور جماعت ہے اور اسکو مسٹر جناح کی رہنمائی حاصل ہے جو ایک قابل اور سرگرم لیڈر ہیں لیکن اسکو پنجاب سندھ اور سرحد کے صوبوں میں بھی جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے کوئی مقبولیت حاصل نہیں و اگر اس وقت سمجھ ہو بھی گئی ہے تو کل تک نہیں تھی۔ صوبہ بنگالی سمبلیوں کے انتخابات میں مسلم حلقہ ہای انتخاب سے جو نمبر منتخب ہو کر آئے۔ ان میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہونے والوں کی تعداد چوتھائی سے بھی کم تھی۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اب کچھ مہینوں سے اسکے نمبروں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی ہے یہ بالکل صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وائسرائے کی متنازع سرپرستی کی وجہ سے کانگریس کے بعد یہ ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت بن گئی ہے ہم نے مسٹر جناح کی انتہا پسندانہ روش کو ہندوستان کی مسلمان آبادی کی جس کو ہم تسلیم کرتے ہیں اصل رائی سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ اور مسٹر جناح اور دوسری ہندوستانی جماعتوں کے نظریوں میں جنہیں دوسری مسلم جماعتیں بھی شامل ہیں اتحاد و اتفاق کا ہونا ممکن نہیں۔ (مدینہ بجنور ۱۵ جلد ۳ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۲۱ء)

اسی بیان میں وہ آگے چل کر لکھتا ہے: "یہ مخلصانہ پیشکش ہے کہ صلح کے بعد ہندوستان کو درجہ نوآبادیات عطا کر دیا جائیگا تو ہمیں اس قسم کا کوئی

قدم اٹھانا پڑے گا۔ لیکن اگر ہم مسٹر جناح کو محض اپنا آلہ کار بنا رہے ہیں جو ہر وقت بھونڈے اور ناکارہ عہد نامہ کو بھر کر ہمیں اخلاقی ذمہ داری سے سبکدوش کرنے کیلئے تیار ہیں تو ہم ایسا نہیں کریں گے اگر ہمارے متعلق یہ شبہات بڑھتے رہے اور ہم نے انکے دور کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ہم تقسیم کرو اور حکومت کرو کا پرانا کھیل کھیل رہے ہیں تو اسکے معنی یہ ہیں کہ ہم مستقبل قریب ہی میں ہندوستان کو کھو بیٹھنے کا خطرہ مول لے رہے ہیں۔“

بہر حال یہ پاکستان کا ڈھونگ برطانیہ کی منحوس تجویز ہے جو کہ یورپوں کے دماغوں کی جھیل مان سرور سے بطور چشمہ نکلتی ہے اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بڑھ کر موجیں مارنے والے دریا کی صورت میں ۱۹۴۷ء سے اختیار کر لیتی ہے جس میں فریب دیکر ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ لوٹنا اور برباد کرنا اور ہر طرح سے اپنا اٹو سیدھا کرنا مقصود ہے۔ اور جس کو نہایت چالاک کے ساتھ بہت ہی خوش رنگ بیٹھے شربت کی صورت میں زہر ہلاہل کو پلایا جا رہا ہے۔

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم سے ہوئے تم دوست جسکے دشمن اسکا آسمان کیوں مچ

لارڈ لٹلتھگوا اور لارڈ ویول وغیرہ کا اس تقسیم کے خلاف کرنا اگر دانستہ ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو یہ بھی انگریزی سیاسی چال ہے جس سے ہندوستانی مسلمانوں کا اصرار روز افزوں ترتی کرے گا۔ الانسان حریص علی مامنع اور آخر میں خود انگریز اپنے عظیم الشان احسانوں کو جتانے ہوئے مسلمانوں سے کہیگا کہ ہم تو نہیں چاہتے تھے مگر کیا کریں تم لوگ مجبور کر رہے ہو تو ہم تم کو یہ چیز دیدیتے ہیں اور ہندو سے کہیگا کہ ہم تو ہندوستان کی تقسیم کے خلاف ہی ہیں ہم تو متحدہ ہندوستان ہی کو تم سبھوں کیلئے مناسب سمجھتے تھے۔ مگر تمہارے وطنی بھائی مسلمانوں نے ہم کو مجبور کر دیا ہے ہم کو تو سبھوں کی خاطر داری

کرنی ہے بادل ناخواستہ ہم اس تقسیم ملک کو منظور کرتے ہیں تمکو اپنے وطنی  
 بھائیوں کی ہٹ اور انکی خواہشوں کا احترام کرنا چاہئے۔ اس کو ٹھکرانا چاہئے  
 امریکہ اور روس وغیرہ دیگر ممالک کے سامنے بھی اپنی معصومیت کا اظہار کریگا  
 کہ ہم کیا کریں ہمتے تو بہت سمجھایا مگر مسلمان نہ مانے اس لئے مجبوراً ہم نے  
 تقسیم کر دیا۔ اس طرح سب کو خوش کر کے اپنی اغراض مکمل طور سے پوری حال  
 کی جائیں گی اور بوجھ مسلمانوں کے سر پر رکھ دیا جائیگا۔ ایسے اعمال انگریزی  
 سیاست اور اس کی چالوں میں روزانہ ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں۔ آج دنیا  
 کھیل نہیں ہے۔ مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے۔ اور ممکن ہے کہ لارڈ ٹرنٹیٹھکو اور  
 لارڈ ویول کی یہ مخالفت نادانستہ ہو اور وہ ان کارروائیوں سے جو ٹوری اور  
 قدامت پسند کنسر ویٹوپارٹی نے یہاں پہلے سے جاری کی ہیں ان سے واقف  
 نہ ہوں۔ — بہر حال مسلمانوں کو اپنے مستقبل پر اور انگریزی مفاد پر ٹھنڈی  
 دل سے غور کرنا ضروری ہے۔

## تقسیم ہندوستان میں اجمالی طور پر خطرات کا مجموعہ

ہم اس جگہ تقسیم کے متعلق ان خطرات کو اجمالی طور پر ظاہر کرنا چاہتے  
 ہیں جو کہ خود لیگ کے ذمہ دار اور سمجھ دار ممبر نے وفاق عرب پر روسنی ڈالنے  
 ہوئے ذکر کئے ہیں اور جن کو اجمل بیٹی نے نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے  
 یہ خطرات نہ تو معمولی ہیں اور نہ صرف رائی اور وہمیتات ہیں بلکہ واقعات ہیں  
 جنکو غور و خوض کے ساتھ دیکھنا اشد ضروری ہے۔

(روزنامہ اجمل بیٹی مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۴۷ء) مسٹر عبدالرحمن صدیقی

بنگال کے ایک ممتاز مسلم لیگی لیڈر ہیں وہ انگریزی زبان کا ایک مسلم لیگی روزنامہ  
 مارننگ نیورس لکاتے ہیں اس اخبار کی اشاعت مورخہ ۱۶ جولائی میں اتحاد عرب  
 پر تبصرہ کرتے ہوئے صدیقی صاحب ایک عجیب بات لکھتے ہیں۔ جسے آج

ہم ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ وہی لوگ جو محض ہندوؤں کی ضد میں پاکستان یا تقسیم ہند کے قائل ہیں خود اپنے دل کی گہرائیوں میں تقسیم یا اتحاد کے متعلق کیا نظر یہ رکھتے ہیں۔  
صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔

”اگر چھوٹی اور کمزور قومیں بڑی اور طاقتور قوموں کی دراز دستیوں سے بچنا چاہتی ہیں تو انکو آپس میں ضم ہو کر بڑے گروہ یا وفاق بنانا ہونگے نسل، مذہب، یا جغرافیائی حدود کی بنا پر تقسیم کا خیال انیسویں صدی کے یورپ کے سیاسی فلسفہ کی تخلیق ہے اور اب یہ بحر بہ کی بنا پر تباہ کن ثابت ہو چکا ہے۔ بلجیم اپنی کمزوری کا مزہ چکھ چکا۔ زیکوسلوواکیہ خوشحالی سے دور رہا۔ اور یوگوسلاویہ بھی امن حاصل نہ کر سکا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ چھوٹی قومیں ظلم اور دراز دستیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔“

یہ ہے مسلم لیگ کے ایک ممتاز رکن اور لیگ کی مجلس عاملہ کے ایک سابق ممبر کا خیال۔ مارٹنگ نیوز کی یہ رائی ضرور اس قابل ہے کہ اسپر مسلم لیگی حضرات غور کریں۔ اس لئے کہ اس میں ایک ایسے مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو جوش کی دھاندلی میں مسلمان قوم کو غلط راستے پر لئے جا رہا ہے اور جس پر چل کر قوم بڑے مصائب میں مبتلا ہو سکتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ پاکستان اور اسلامی حکومت کے نعرے بڑے دل فریب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ دو اسلامی حکومتوں کے قیام کا تخیل عام مسلمانوں میں ایک خاص قسم کا سرور اور جوش پیدا کر دیتا ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کافی اختلافات ہیں۔ مگر اس کے باوجود بھی یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ محض ہندوؤں کی تنگ دلی سے شاک ہو کر ہم ایسی غلطی کر بیٹھیں جو مستقبل میں ہمارے لئے تباہ کن اور ملت کیلئے باعث بربادی بنے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ برکال اور پنجاب کی حکومتیں اتنی طاقتور نہیں ہوں گی کہ وہ بیرونی حکومتوں

کی ساز و باز اور انکی دراز دیتوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اس لئے یہ ہو سکتا ہے  
 کہ ہم ہندوؤں سے تو مفروضہ آزادی حاصل کر لیں مگر اس مفروضہ آزادی  
 کے بدلے میں غیر ملکی حکومتوں کی ویسی ہی غلامی میں مبتلا ہو جائیں جیسی کہ  
 آج ہمارے سروں پر نافذ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ بدترین بد قسمتی ہو گی۔  
 اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم معاملات کو محض ہندو دشمنی کی عینک سے  
 نہ دیکھیں بلکہ پاکستان کے سوال پر سنجیدگی سے غور کر کے فیصلہ کریں کہ آیا یہ  
 پاکستانی حکومتیں خود ہمارے لئے باعث رحمت ثابت ہو سکیں گی یا نہیں۔ آیا یہ  
 اپنے تحفظ کا مناسب بندوبست کر سکیں گی یا نہیں۔ آیا یہ اتنی طاقتور ہوں گی  
 یا نہیں کہ بین الاقوامی سیاست میں اپنا وقار قائم رکھ سکیں۔ اگر نہیں اور یقیناً  
 نہیں تو داناتی کا اقتضا یہ ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کیلئے باقی اختیارات  
 حاصل کر کے متحدہ ہندوستان وفاق میں شامل رکھا جائے۔ اور بجائے علیحدہ ہو کر  
 دوسروں کے غلام بننے کے ہندوؤں سے ملکر نہ صرف اپنی آزادی باقی رکھی جائے  
 بلکہ متحدہ ہندوستان کے وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خود ملت اسلامیہ کی اس  
 طرح اندرونی اصلاح کی جائے کہ وہ زندہ اور طاقتور قوم محسوس ہونے لگے۔ ہارنگ  
 نیوز کا یہ بیان صحیح ہے کہ اب دنیا تقسیم اور علیحدگی کی مہمل سیاسی پالیسی کو چھوڑتی  
 جا رہی ہے۔ اس لئے مسلسل تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ اس تنازع لبنتفاکی  
 دنیا میں صرف طاقتور زندہ رہ سکتے ہیں۔ کمزور جاہے وہ کتنے ہی حق پر وہ کیوں  
 نہ ہوں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ مان لیجئے کہ قیام پاکستان کیلئے اچھے  
 دلائل موجود ہیں مگر کیا یہ اچھے اور خوبصورت دلائل جاپان کو بنگال پر اور روس  
 کو پنجاب و سرحد پر جیسا نہ لگا ہیں ڈالنے سے باز رکھ سکتے ہیں کیا آزادی  
 و انصاف کے تمام الفاظ ملک گیری کے آرزو مندوں کو پاکستان کے کمزور  
 ممالک کی تسخیر کے ارادوں سے باز رکھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی اس مدعا بلکہ میں  
 دیانت داری کا ذرا بھی شبہہ رکھتا ہے تو وہ بیوقوفوں کی جنت کا ساکن ہے

اس دنیا میں جہاں حق کے مقابلہ میں طاقت کا راج ہے۔ پاکستانی حکومتیں محض اس بنیاد پر زندہ نہیں رہ سکتیں کہ مسلمانوں کو آزاد رہنے کا حق ہے اور بحیثیت ایک علاحدہ قوم کے انکو ضرور آزاد رہنا چاہئے۔ مسلم لیگ مذہب کی بنیادوں پر عمل تقسیم کی طالب ہے۔ تھمن، تہذیب اور زبان کی بنیادوں پر تقسیم کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہے ورنہ جہاں تک تہذیب و تمدن کا تعلق ہے اگر اسکی بنیادوں پر ہندوستان کو تقسیم کیا جائے تو ہندوستان بے شمار ٹکڑوں میں منقسم ہو کر رہ جائیگا۔ کیونکہ حضرت البتہ جس تقسیم کے قابل ہیں وہ تہذیب و تمدن اور زبان کی بنیادوں پر ہوگی۔ مگر مسلم لیگ اس کی طالب نہیں ہے۔ وہ مذہب کی بنیاد پر تقسیم کی طالب ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ان علاقوں کے لئے حق علیحدگی طلب کرتی ہے جن میں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ مارننگ نیوز نے اپنے مذکورہ مضمون میں یہی کہا ہے کہ اس وقت جبکہ اقوام عالم کو ایک دوسرے سے قریب تر لانے کا قوموں کی گروہ بندی کرنے اور بالآخر ایک بین الاقوامی وفاق تیار کرنے کی کوششیں جاری ہیں مذہب اور نسل کی بنیادوں پر علاحدگی کا مطالبہ نہ صرف مہمل بلکہ تباہ کن ہے۔ چونکہ رسالہ طویل ہو گیا ہے اس لئے ہم مندرجہ بالا مضمون پر اس حصہ کو ختم کرتا ضروری سمجھتے ہیں، اب دوسرے حصہ میں انشاء اللہ پاکستان کے متعلق تفصیلی بحث کریں گے۔

ننگ اسلاف

حسین احمد غفرلہ

المحرم الحرام ۶۵ھ

دیباچہ ننگ اسلاف